اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ ۔ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

الفضل

قادیان

The ALFAZL QADIAN.

ایڈیٹر:- غلام نبی

تار کا پتہ الفضل قادیان

رجسٹرڈ ایل ۱۵۸۵

فی پرچہ ۱؍

قیمت سالانہ پیشگی اندرون ہند للعہ

قیمت سالانہ پیشگی بیرون ہند ۱۳

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نمبر ۶۳	۳ شعبان المعظم ۱۳۵۲ھ	یوم پنجشنبہ	مطابق ۲۳ نومبر ۱۹۳۳ء	جلد ۲۱

فہرست مضامین

مدینۃ المسیح

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی صحت خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے اچھی ہے ÷

حضرت مفتی محمد صادق صاحب ۲۱ نومبر کو آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں شمولیت کے لئے دہلی جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ناظر دعوت و تبلیغ پشاور اور خان صاحب مولوی فرزند علی صاحب ناظر امور عامہ لاہور تشریف لے گئے

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے ماتحت دفتر پرائیویٹ سکرٹری کی طرف سے مقامی غرباء و مساکین میں لحاف اور پارچات تقسیم کئے جا رہے ہیں ÷

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

جماعت احمدیہ کی ترقی کے متعلق پیشگوئی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت سید عبد اللطیف صاحب کی شہادت کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا:۔ "اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء یعنے تم ان کو مُردے مت خیال کرو۔ جو اللہ کی راہ میں قتل کئے جاتے ہیں۔ وہ تو زندہ ہیں۔ پس شہید مرحوم کا اسی مقام کی طرف اشارہ تھا۔ اور میں نے ایک کشفی نظر میں دیکھا۔ کہ ایک درخت سرو کی ایک بڑی لمبی شاخ جو نہایت خوبصورت اور سرسبز تھی۔ ہمارے باغ میں سے کاٹی گئی ہے۔ اور وہ ایک شخص کے ہاتھ میں ہے۔ تو کسی نے کہا۔ کہ اس شاخ کو اس زمین میں جو میرے مکان کے قریب ہے۔ اُس بیری کے پاس لگا دو۔ جو اس سے پہلے کاٹی گئی تھی۔ اور پھر دوبارہ اُگے گی۔ اور ساتھ ہی مجھے یہ وحی ہوئی۔ کہ کابل سے کاٹا گیا۔ اور سیدھا ہماری طرف آیا۔ اس کی میں نے یہ تعبیر کی۔ کہ تخم کی طرح شہید مرحوم کا خون زمین پر پڑا ہے۔ اور وہ بہت بارور ہو کر ہماری جماعت کو بڑھا دیگا۔ اس طرف میں نے یہ خواب دیکھی۔ اور اس طرف شہید مرحوم نے کہا۔ کہ چھ روز تک میں زندہ کیا جاؤنگا۔ میری خواب اور شہید مرحوم کے اس قول کا مآل ایک ہی ہے۔ شہید مرحوم نے مر کر میری جماعت کو ایک نمونہ دیا ہے۔ اور درحقیقت میری جماعت ایک بڑے نمونہ کی محتاج تھی"

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۵۸)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفضل

نمبر ۶۳ | قادیان دارالامان مورخہ ۳ شعبان ۱۳۵۲ھ | جلد ۲۱

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو الناصر

سرزمین کابل میں ایک تازہ نشان کا ظہور

"آہ نادر شاہ کہاں گیا"

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے قلم سے

سرزمین کابل کی خصوصیت

کابل کی سرزمین اس امر میں خصوصیت رکھتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے تازہ نشانات اس میں پے در پے ظاہر ہو رہے ہیں۔ شاید ہندوستان کے بعد وُہ دُوسرا ملک ہے جس کے متعلق اس قدر کثرت سے اخبار غیبیہ اللہ تعالیٰ کے مامور اور مرسل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے شائع کرائی گئی ہیں۔

حضرت مسیح موعود کی پہلی پیشگوئی

ابھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعویٰ مجددیت بھی نہ کیا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شاتان تذبحان کا الہام کر کے کابل میں ان دو خونوں کی خبر دی۔ جو ناحق اور بلا سبب وہاں کئے جانے والے تھے۔ یعنے اول مولوی عبد الرحمٰن صاحب شاگرد صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید کا قتل۔ اور پھر خود صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید کا قتل۔

دُوسری پیشگوئی

جب یہ پیشگوئی ۱۹۰۳ء کو تکمیل کو پہونچ گئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے آئندہ کے متعلق پھر خبر دی۔ کہ اب تین اور آدمی وہاں سلسلۂ احمدیہ کے شہید کئے جائیں گے۔ چنانچہ یکم جنوری ۱۹۰۶ء کا الہام ہے۔ "تین بکرے ذبح کئے جائیں گے" یہ الہام ۱۹۲۴ء میں آکر پُورا ہوا جبکہ امیر امان اللہ خان صاحب کے عہد میں دوبارہ احمدیوں پر ظلم شروع ہوا۔ اور پہلے جماعت احمدیہ کے مبلغ مولوی نعمت اللہ صاحب امیر امان اللہ خان کے حکم سے صرف اس جرم میں کہ وُہ احمدی تھے۔ اور احمدیت کی تبلیغ کرتے تھے۔ سنگسار کئے گئے۔ اور ان کے چند ہفتے بعد مولوی عبد الحلیم صاحب و ملّا نور علی صاحب اسی جرم میں شہید کئے گئے۔

یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ دونوں الہاموں میں شہیدوں کا نام بکرے رکھا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ بکرا ایک بے ضرر جانور ہے اور اس میں شر کا مادہ بالکل نہیں ہوتا۔ اس نام سے درحقیقت اللہ تعالیٰ نے اس طرف اشارہ کیا ہے۔ کہ یہ پانچوں قتل ناحق اور ظالمانہ ہونگے۔ اور صرف صداقت اور حق کے لئے بطور قربانی کے ان کی بھینٹ چڑھائی جائیگی۔

ظالمانہ قتلوں کا نتیجہ

ان ظالمانہ قتلوں کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ پہلے تو امیر حبیب اللہ خان جنہوں نے صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کو شہید کیا تھا۔ اپنے ہی رشتہ داروں کی سازش سے قتل کئے گئے۔ اور پھر امیر امان اللہ خان جنہوں نے مؤخر الذکر پیشگوئی کو پورا کیا تھا۔ اور تین بے قصور احمدیوں کو ظالمانہ طور پر مروا دیا تھا۔ ایک سقہ بچہ کے ہاتھ سے کہ جو ایک معمولی سپاہی کی حیثیت رکھتا تھا اور صرف تین سو ہمراہیوں کے ساتھ کابل پر حملہ آور ہُوا تھا۔ بُری طرح شکست کھا کر اپنا ملک چھوڑنے پر مجبور ہُوئے۔ اور ایک طاقتور بادشاہ ہونے کے باوجود توپوں اور گولہ بارود کے انباروں کے باوجود نسبتاً کمزور اور نہتی فوج کے ایک رئیس کے مقابلہ میں وُہ اپنا تخت نہ سنبھال سکے۔ اور بعد اس کے کہ یورپ کے ہر ملک میں ان کا شاندار استقبال ہُوا تھا۔ وُہ ایک مسافر کی حیثیت میں اٹلی کے ایک گوشۂ تنہائی میں اپنی زندگی کے آخری دن گزارنے پر مجبور ہُوئے۔

تیسری پیشگوئی

گو حبیب اللہ خان عرف بچہ سقہ کے ساتھ ابتدا میں صرف تین سو سپاہی تھے۔ لیکن امیر امان اللہ خان کے کابل چھوڑنے کے بعد اس کے گرد ایک بڑا لشکر جمع ہو گیا۔ اور ادھر امیر امان اللہ خان نے بھی قندھار کا رُخ کیا۔ تاکہ وہاں کے قبائل کو جمع کر کے اپنی کھوئی ہوئی طاقت حاصل کریں۔ اس کا نتیجہ یہ ہُوا۔ کہ تمام ملک میں خانہ جنگی کی آگ پھیل گئی۔ اور اس خانہ جنگی میں ہزاروں آدمیوں کا خون ہُوا حتّٰی کہ عام طور پر ایک لاکھ آدمیوں کے مارے جانے کا اندازہ کیا جاتا ہے اور اس طرح ایک تیسری پیشگوئی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پوری ہوئی جس کے یہ الفاظ تھے۔ کہ "ریاست کابل میں قریب پچاسی ہزار کے آدمی مر جا گئے"۔ (۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء)

کابل میں طوائف الملوکی

اس وقت لوگ یہ سمجھ رہے تھے۔ کہ اب افغانستان کی منظم حکومت کا خاتمہ ہے۔ ایک جاہل اور ان پڑھ آدمی جسے سیاست اور تنظیم کا کچھ بھی علم نہیں۔ برسر حکومت آ گیا ہے۔ نتیجہ یہی ہو گا۔ کہ ملک میں آئے دن لڑائی اور فساد ہوتا رہے گا۔ اور حکومت افغانستان ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اپنی ہمسایہ طاقتوں میں مدغم ہو جائے گی۔ لیکن خدا تعالےٰ کا کلام پچیس سال پہلے اس فتنہ کو دُور کرنے کے لئے ایک اور شخص کو منتخب کر چکا تھا جو بدامنی کی حالت کو بدل کر افغانستان میں از سر نو امن، اور طوائف الملوکی کو دُور کر کے پھر ایک منظم حکومت قائم کرنے والا تھا۔ اور یہ شخص جرنیل نادر خان تھا۔ جو اس فتنہ کے وقت فرانس میں بیمار پڑا ہُوا تھا۔

چونکہ نادر خان ایک ذہین جرنیل تھے۔ بچہ سقہ کی بغاوت کے وقت ان کو بلانے کی پُوری کوشش کی گئی۔ لیکن ان کی بیماری نے ان کو سر اٹھانے کی مُہلت نہ دی۔ اور وُہ امیر امان اللہ خان کی امداد کے لئے وقت پر روانہ نہ ہو سکے۔ اور ایسا ہو بھی کس طرح سکتا تھا۔ جبکہ خدا تعالےٰ کا منشا کچھ اَور تھا۔

نادر شاہ کے متعلق پیشگوئی کی تشریح

وُہ پیشگوئی جس کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانیٔ سلسلۂ احمدیہ نے ۱۹۰۵ء میں شائع کی تھی۔ اور دو الہاموں پر مشتمل تھی۔ یہ الہام آپ کو ۳۔ مئی ۱۹۰۵ء کو ہُوئے تھے اور ان کے الفاظ یہ تھے۔ (۱) ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمٰی۔ (۲) آہ نادر شاہ کہاں گیا۔

اول الذکر الہام درحقیقت قرآن کریم کی ایک آیت ہے اور جنگ بدر کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اس جنگ میں مکہ کے تجربہ کار جرنیل اپنی ساری طاقت لے کر باہر نکلے تھے۔ اور ایک ہزار جنگجو سپاہی ان کے ساتھ تھے۔ اس کے مقابل پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت ہی مختصر لشکر تھا۔ یعنے کل تین سو تیرہ آدمی تھے۔ اور ان میں سے بھی اکثر ناتجربہ کار تھے۔ اور بعض کے پاس ہتھیار تک نہ تھے۔ پرانی اور کند تلواریں یا شکستہ نیزے ان کا سرمایہ تھا۔ سواریاں بھی بہت کم لوگوں کو میسر تھیں۔ جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے۔ اور لشکر کفار نے اپنی تعداد اور اپنے تجربہ کی فوقیت کی وجہ سے اسلامی لشکر کو دبانا شروع کیا۔ تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالےٰ سے دعا کی۔ اور اس کے حکم پر ایک مٹھی کنکروں کی اٹھا کر دشمن کی طرف پھینکی۔ یہ گویا آسمانی طاقتوں کو ایک اشارہ تھا۔ اِدھر آپ نے مٹھی پھینکی۔ اور اُدھر ایک تیز آندھی مسلمانوں کی پشت کی طرف سے چل پڑی۔ اور اس کے ساتھ ریت اور کنکروں کا ایک طوفان اٹھا۔ جس نے کفار کی آنکھوں میں پڑ کر ان کی نظر کو کمزور کر دیا۔ اور ان کے تیر بھی ہوا کی مخالفت کی وجہ سے مسلمانوں تک پہنچنے سے رک گئے۔ اور میدان کے درمیان میں ہی بے کار اور بے ضرر ہو کر گرنے لگے۔ اور اسی ذریعہ سے اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو فتح اور مکہ والوں کو شکست دی۔ اسی واقعہ کا اس آیت میں ذکر ہے۔ اور اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ جب تو نے کنکر پھینکے تھے۔ تو درحقیقت تو نے نہیں پھینکے تھے۔ بلکہ اللہ تعالےٰ نے پھینکے تھے۔ کیونکہ ان کنکروں کے پھینکتے ہی عناصر میں ایک جوش پیدا ہوا۔ اور وہ دشمن کو تباہ کرنے میں مسلمانوں کے شریک ہو گئے۔

اس آیت کو بطور الہام نازل کرنے کے یہ معنی تھے۔ کہ ایک ایسا ہی واقع ہونے والا ہے جبکہ پھر ایک لشکر خدا تعالےٰ کے حکم کے ماتحت اپنے سے زیادہ طاقتور لشکر کا مقابلہ کرے گا۔ اور باوجود اپنی بے سروسامانی کے وہ تھوڑا سا لشکر اپنے سے بڑے لشکر پر فتح پا جائے گا۔

اس الہام سے ظاہر ہے کہ جن دو فوجوں میں جنگ ہوگی۔ ان میں سے ایک فوج سلسلۂ احمدیہ کی مخالفت کی وجہ سے عذاب کی مستحق قرار پا چکی ہوگی جس طرح مکہ والے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی وجہ سے سزا کے مستحق قرار دیئے گئے تھے۔ اور ان کے مقابل کا لشکر گو ہوگا تو کنکروں کی طرح ناکارہ لیکن اس وقت ایک ایسے کام پر مامور ہوگا۔ جس سے اللہ تعالےٰ کے کلام کی تصدیق ہوتی ہوگی۔ اور اسے مسیح موعود علیہ السلام کی دعا برپا کرے گی۔ اب دیکھنا چاہیئے۔ کہ سوائے کابل کی حکومت کے کوئی ایسی حکومت نہیں جس نے بہ حیثیت حکومت احمدیت پر مکہ والوں کی طرح قتل کے ذریعہ سے ظلم کیا ہو۔ اور پھر اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بد دعا کی ہو۔ جیسا کہ صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کی شہادت پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بد دعا کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ "شاہزادہ عبداللطیف کے لئے جو شہادت مقدر تھی۔ وہ ہو چکی اب ظالم کا پاداش باقی ہے۔ انہ من یات ربہ مجرمًا فان لہ جہنم لا یموت فیہا ولا یحیٰی"۔ یعنی جو خدا تعالیٰ کے سامنے مجرم ہو کر پیش ہوتا ہے۔ اس کے لئے ایک ایسی جہنم مقدر ہے کہ وہ نہ اس میں زندہ رہے گا اور نہ مرے گا۔

یہ امر ظاہر ہے کہ نہ مرنے اور نہ زندہ رہنے کی حالت ذلت و رسوائی کی حالت ہوتی ہے کہ نہ اس میں انسان کو زندہ کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اس کی طاقت چھین لی جاتی ہے اور نہ مردہ کہا جا سکتا ہے کیونکہ وہ بظاہر سانس لیتا ہے۔ پس اس بد دعا کا نتیجہ اسی طرح پیدا ہو سکتا تھا۔ کہ امیر حبیب اللہ خان یا اس کی اولاد کے ساتھ ایسا سلوک ہو۔ کہ وہ زندہ ہوتے ہوئے مُردوں کی طرح ہو جائے۔

کابل میں بدر کی جنگ کا نظارہ

غرض یہ امر ثابت ہے کہ سلسلہ احمدیہ کے ساتھ مکہ والوں کی طرح کا سا سلوک کرنے والی حکومت صرف افغانستان ہی کی حکومت تھی۔ اور ان کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے الفاظ قرآنی میں بد دعا بھی کی تھی۔ پس مذکورہ بالا الہام اسی حکومت کی نسبت ہو سکتا ہے۔ اور چونکہ اس الہام میں اسلامی لشکر کا ذکر نہیں بلکہ صرف کنکر پھینکنے کا ذکر ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ افغانستان پر یہ تباہی کسی احمدی لشکر کے ذریعہ نہیں آئیگی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ یہ کام ایسے لوگوں سے لے گا جو کنکروں کی طرح ہونگے۔ یعنی ان کی ذات میں کوئی خوبی نہ ہوگی بلکہ وہ صرف خدا تعالیٰ کا نشان پورا کرنے کے لئے ایک آلہ بنائے جائیں گے اور باوجود اس کے کہ وہ حقیر کنکر ہونگے۔ پھر بھی اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ سے جنگ بدر جیسا نشان دکھائے گا یعنی وہ بالکل تھوڑے ہونگے اور بے سامان ہونگے اور دشمن زیادہ ہوگا اور باسامان ہوگا۔ لیکن پھر بھی وہ حقیر اور ذلیل کنکر ایک نبی کی دعا کے ماتحت حکومت اور اسکے ارکین کو پاش پاش کر دینگے۔ چنانچہ دیکھو کہ جب حبیب اللہ خان نے توبہ سے کام نہ لیا۔ تو پہلے اسی کے بھائیوں کے ہاتھوں سے خدا تعالیٰ نے اس کو قتل کرایا۔ اس کے بعد امیر امان اللہ خان بادشاہ ہوئے۔ اور انہوں نے باپ کی طرح تین بے گنہ احمدیوں کو قتل کرا دیا۔ تب خدا تعالیٰ کا غضب بھڑکا۔ اور اس نے اس خاندان کے حد سے بڑھے ہوئے ظلم کا بدلہ لینے کا حکم دے دیا۔ اور اس اطلاع کے مطابق جو قبل از وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس نے دے رکھی تھی۔ بچہ سقہ کو ایک جماعت کے ساتھ جو تعداد میں اصحاب بدر کے مطابق تھی۔ یعنی کل تین سو سپاہی تھے۔ امان اللہ خان کے مقابلہ کے لئے کھڑا کر دیا۔ اور پھر دوبارہ بدر کی جنگ کا نظارہ دنیا نے دیکھا۔ یعنے تین سو ناتجربہ کار اور بے سامان سپاہیوں نے ایک حکومت کا جو قلعوں میں محفوظ تھی۔ تختہ الٹ دیا۔ فسبحان الذی بیدہ ملکوت کل شیءٍ وھو علےٰ کل شیءٍ قدیر۔ کنکروں کا اس طرح قلعوں کی دیواروں کو توڑ دینا آندھی کے جھونکوں کا توپوں کے گولوں کے رُخ پھرا دینا کوئی معمولی نشان نہیں بلکہ ایک ایسا زبردست نشان ہے۔ کہ ہر صحیح الفطرت انسان کے سمجھنے کے لئے کافی ہے۔ کاش جو آنکھیں رکھتے ہیں۔ دیکھیں۔ اور جو کان رکھتے ہیں۔ سُنیں۔ اور جو دل رکھتے ہیں۔ ایمان لائیں۔ تاکہ خدا کے فضلوں کے وارث ہوں۔

نادر خان کا بادشاہ بننا اور ناگہانی وفات پانا

بچہ سقہ کے ہاتھوں امان اللہ خان کی شکست سے یہ الہام پورا ہو جاتا تھا۔ اور کنکر اپنا کام کر چکنے کے بعد پھر کنکر ہی بن جاتے تھے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دُعا میں یہ لفظ تھے۔ کہ خدا تعالےٰ حبیب اللہ خان سے یہ سلوک کرے۔ کہ نہ وُہ زندہ رہے۔ اور نہ مرے۔ اور یہ اسی طرح ہو سکتا تھا۔ کہ اس کی اولاد تو باقی رہے۔ لیکن ان کے پاس حکومت نہ باقی رہے۔ لیکن یہ ظاہر ہے۔ کہ اگر بچہ سقہ تخت کابل پر قائم رہتا۔ تو امان اللہ خان کو حکومت واپس لینے کا بہت موقعہ تھا۔ کیونکہ بچہ سقہ میں تدبیر ملکی کی لیاقت نہ تھی۔ اور اس کی طبیعت میں خشونت اور سختی بھی تھی۔ اور اس کے نائب کنکروں کی طرح صرف چھینا ہی جانتے تھے۔ ملک کے لئے خیر کا کام کرنا ان کی طاقت سے بالا تھا۔ اور چونکہ وُہ پیشگوئی کو پورا کر چکا تھا۔ خدا تعالےٰ کی نصرت سے بھی محروم ہو چکا تھا۔ پس اللہ تعالےٰ نے چاہا۔ کہ اس سے وُہ کام لے کر جو اس کے لئے ازل سے مقدر ہو چکا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خواہش کو کہ حبیب اللہ خان نہ زندہ رہے، نہ مردہ۔ کسی دوسرے شخص کے ہاتھ سے پورا کرائے چنانچہ اس کے لئے اس نے نادر خان کو چنا۔ اور اس کی خبر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس پہلے الہام کے ساتھ ہی اسی دن ان الفاظ میں دی۔ کہ "آہ نادر شاہ کہاں گیا۔" (۳ مئی ۱۹۰۵ء) جس میں یہ بتایا گیا۔ کہ اس پہلے واقعہ کے بعد نادر بادشاہ افغان ہوگا۔ اور بادشاہ بننے کے بعد ایک آفت ناگہانی کے ذریعہ سے اس کی موت واقعہ ہوگی۔ حتیٰ کہ سب ملک چلا اٹھیگا کہ آہ نادر شاہ کہاں گیا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور بچہ سقہ کو خدا تعالےٰ نے جرنیل نادر خان کے ہاتھوں سے شکست دلا کر ۳ مئی ۱۹۰۵ء کے دوسرے الہام کو پورا کرنے کے سامان پیدا کرا دیئے۔ اور اس امر کا بھی انتظام کر دیا۔ کہ امان اللہ خان دوبارہ بادشاہ نہ ہو سکے۔ اور امیر حبیب اللہ خان کے خاندان کے لئے یہ آسمانی فیصلہ جاری ہو جائے۔ کہ وُہ نہ مریں۔ اور نہ زندہ رہیں۔

نادر شاہ کی وفات کی خبر

لیکن جہاں اس الہام میں یہ خبر دی گئی تھی۔ کہ کنکروں سے کام لینے کے بعد اللہ تعالےٰ ایسے سامان پیدا کرے گا کہ نادر نامی ایک شخص بادشاہ ہو جائے گا۔ اور اس کے ذریعہ سے امیر حبیب اللہ خان کی اولاد کو اللہ تعالےٰ تخت کابل سے مستقل طور پر محروم کر کے لا یموت فیہا ولا یحییٰ کا مصداق بنا دے گا۔ وہاں اس الہام میں یہ بھی خبر تھی۔

کہ نادر بادشاہ ہونے کے بعد ایسے وقت میں کہ ابھی اس کی ضرورت باقی ہو گی۔ اس دنیا سے گزر جائے گا۔ اور لوگ اس کی ضرورت کو محسوس کریں گے۔ اور جیسا کہ قارئین کرام کو معلوم ہو گا۔ یہ حصہ پیشگوئی کا آٹھ نومبر ۱۹۳۳ء کو پورا ہو گیا ہے۔ یعنی اس تاریخ کو نادر شاہ بادشاہ افغانستان کو جبکہ وہ دلکشا محل میں ایک فٹ بال کے میچ کے بعد تقسیم انعامات کے لئے تشریف لائے تھے۔ ایک دشمن ملک وملت نوجوان نے پستول کے تین فائر کر کے ہلاک کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اے لوگو جن کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان باقی ہے۔ میں تم سے کہتا ہوں۔ کہ کیا یہ نشان خدا تعالےٰ کی ہستی کے ثبوت کے لئے کافی نہیں کیا یہ نشان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی کے ثبوت کے لئے کافی نہیں کیا یہ نشان جو قریباً تیس سال بعد آ کر پورا ہوا۔ اس امر کے ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں۔ کہ ہمارا خدا زندہ خدا ہے۔ وہ جس طرح آدمؑ سے کلام کرتا تھا۔ نوحؑ سے کلام کرتا تھا۔ ابراہیمؑ سے کلام کرتا تھا۔ موسےٰؑ سے کلام کرتا تھا۔ عیسےٰؑ سے کلام کرتا تھا۔ اور سب سے آخر میں لیکن سب سے زیادہ شان کے ساتھ حضرت محمد مصطفےٰ نبیوں کے سردار سے کلام کرتا تھا۔ آج بھی اپنے پیارے بندوں سے کلام کرتا ہے۔ آج بھی اسلام کے لئے اس کے نشان ظاہر ہوتے ہیں۔ اور اس کی طرف سے معجزے دکھائے جاتے ہیں۔ دیکھو یہ کوئی معمولی پیشگوئی نہیں۔ جو پوری ہوئی۔ اگر ذرہ تامل سے کام لو۔ تو اس ایک پیشگوئی میں بہت سی پیشگوئیاں جمع ہیں۔ مثلاً

نادر خاں کی بالکل مخالف حالات میں ترقی

۱۔ جس وقت یہ الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شائع کئے۔ اس وقت نادر خاں ایک نوجوان طالب علم تھے۔ اور ان کا خاندان اس وقت ایسے حالات میں سے گزر رہا تھا۔ کہ کسی بڑے عہدہ کی بھی انہیں امید نہ ہو سکتی تھی یعنے ان کا خاندان امیر عبدالرحمٰن کے زمانہ میں زیر عتاب رہ کر اس زمانہ کے بالکل قریب امیر حبیب اللہ خان کی معافی پر افغانستان پہنچا تھا۔ اور بوجہ وطن سے بیس سال باہر رہنے کے انہیں کامیابی کی زیادہ امید نہیں ہو سکتی تھی۔ مگر اللہ تعالےٰ نے ان کو اس قسم کی ذہانت عطا کی۔ کہ وہ فوجی کام میں جس پر وہ مقرر کئے گئے تھے۔ خاص طور پر قابل ثابت ہوئے۔ اور پھر اللہ تعالےٰ نے ان کی ترقی کا یہ سامان کر دیا۔ کہ سمت جنوبی میں بغاوت ہوئی جس میں شاہی فوجوں کو شکست ہوئی۔ اس پر نادر خاں اس بغاوت کو فرو کرنے پر مقرر ہوئے۔ اور اللہ تعالےٰ نے ان کو زبردست کامیابی دی جس کی وجہ سے ان کو عہدہ میں ترقی ملی۔ اور وہ افغانستان کے قابل ترین آدمیوں میں سمجھے جانے لگے

وزیر جنگ اور سپہ سالار بننا

۲۔ امیر حبیب اللہ خان یکدم مارے گئے۔ اور کابل سے باہر مارے گئے۔ جس کی وجہ سے عنایت اللہ خان جو ان کے بڑے بیٹے اور امیر نصر اللہ خان کے داماد تھے۔ اپنے خسر سمیت اس وقت امیر حبیب اللہ خان کے ساتھ تھے۔ بادشاہت سے محروم رہ گئے۔ کابل کے لوگوں نے فساد کے خوف اور اس شبہ کی وجہ سے کہ امیر حبیب اللہ خان کا قتل امیر نصر اللہ خان اور سردار عنایت اللہ خان کی سازش سے ہوا ہے۔ امان اللہ خان کو تخت پر بٹھا دیا۔ امان اللہ خان کو اس عہدہ کے حصول کے لئے شاہ غاسی عبدالقدوس خان سے مدد لینی پڑی۔ جو نادر خان کے قریبی رشتہ دار تھے۔ پس باوجود اس کے کہ انہیں نادر خان پر یہ شبہ تھا۔ کہ امیر حبیب اللہ خان کے خلاف سازش میں ان کا بھی حصہ ہے۔ چند دنوں کی نظربندی کے بعد انہوں نے انہیں اپنے عہدہ پر بحال کر دیا۔ اس کے معاً بعد افغانستان اور انگریزوں کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ اور اس میں ان کو اس قدر زبردست کامیابی حاصل ہوئی۔ کہ سپہ سالار اور وزیر جنگ دونوں عہدے ان کو مل گئے۔ اور یہ جنگ ان کے حق میں ابر رحمت ہو گئی۔ اور تخت شاہی کے اور بھی قریب ہو گئے۔ کیونکہ اس جنگ نے انہیں سمت جنوبی کے لوگوں میں محبوب بھی بنا دیا۔ اور ان کی لیاقت کا سکہ بھی ان لوگوں کے دلوں پر بٹھا دیا

افغانستان کا آزاد ہونا

۳۔ جب یہ الہام ہوا ہے۔ اس وقت افغانستان کا درجہ ایک ریاست کا تھا۔ اور اس الہام میں نادر کو شاہ بتایا گیا تھا۔ اگر افغانستان آزاد حکومت نہ بنتی۔ اور کسی طرح سردار نادر خان اس کے حاکم ہو جاتے تب بھی وہ امیر کہلاتے۔ نہ کہ بادشاہ۔ پس اس الہام میں افغانستان کی حکومت میں ایک زبردست تغیر کی جس کے نتیجہ میں افغانستان نے آزاد ہو جانا تھا۔ خبر دی گئی تھی۔ ۱۹۰۵ء میں جب یہ الہام ہوا۔ کسی کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا۔ کہ افغانستان آزاد ہو جائے گا۔ روس کی حکومت کا خطرہ اس طرح حکومتِ ہند کو لگا رہتا تھا۔ کہ انگریزی حکومت کو ایک منٹ کے لئے بھی افغانستان کی آزادی تسلیم کرنے کا خیال نہیں آ سکتا تھا۔ امیر عبدالرحمٰن جیسا زبردست حاکم یہ جرأت نہ کر سکا۔ کہ انگریزوں سے استقلال کا خواہاں ہو۔ پھر امیر حبیب اللہ میں کب یہ طاقت ہو سکتی تھی۔ کہ آزادی حاصل کرے۔ بلکہ امیر حبیب اللہ خان نے تو اپنے باپ سے بھی زیادہ انگریزوں سے تعلقات بڑھائے تھے۔ جس کے صلہ میں ان کا وظیفہ بھی بڑھا دیا گیا تھا۔ پس ان کے زمانہ میں تو کوئی شخص وہم بھی نہیں کر سکتا تھا۔ کہ افغانستان آزاد ہو جائے گا اور اس کا امیر بادشاہ بن جائے گا۔ لیکن اس وقت جبکہ انسانی دماغ اس تغیر کے امکان کا خیال بھی نہیں کر سکتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مذکورہ بالا الہام میں بتایا گیا۔ کہ افغانستان آزاد ہو جائے گا۔ اور اس کا امیر شاہ کہلائے گا۔ اور خدا تعالےٰ کے خاص نشان سے نادر جو ایک معمولی فوجی افسر تھا۔ اس ملک کی بادشاہت حاصل کرے گا۔ پیشگوئی کے اور حصوں کو جانے دو۔ صرف اس حصہ کو لے کر دیکھو کس طرح ایک حکومت کی آزادی کی۔ اور پھر اس کے فرماں روا کی۔ اور ایسے فرماں روا کی۔ جس نے غلام ملک کو آزاد کرایا تباہی کی۔ اور اس کے بعد نادر جیسے انسان کی جس کے درمیان اور تخت افغانستان کے درمیان بیسیوں اور مستحق اشخاص حائل تھے۔ بادشاہت کی خبر دی گئی اور پھر وقوع سے پچیس سال پہلے۔ کیا یہ زندہ نشان نہیں۔ کیا یہ محیر العقول پیشگوئی نہیں:

نادر خاں کی علالت

۴۔ جب بچہ سقہ نے بغاوت کی ہے۔ جرنیل نادر خان اس وقت یورپ میں بیمار پڑے تھے۔ وہاں سے وہ باوجود بیماری کے ہندوستان آئے لیکن آتے ہی پھر سخت بیمار ہو گئے۔ اور عرصہ تک پشاور میں ان کو بیمار رہنا پڑا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ وہ امان اللہ خان کے ساتھ مل کر جنگ میں شامل نہ ہو سکے۔ اگر وہ بیمار نہ ہوتے۔ اور امان اللہ خان کے ساتھ جنگ میں شامل ہو جاتے۔ اور فتح حاصل کر لیتے۔ تو یقیناً تخت امان اللہ خان کے ہاتھ میں آتا اور نادر خان بادشاہ نہ ہوتے۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے ان کو بیمار کر کے اس وقت تک فتح سے روکے رکھا۔ جب تک کہ امان اللہ خاں شکست کھا کر ملک سے بھاگ نہ گئے۔ پس اس میں بھی ایک زبردست نشان تھا۔ اور پیشگوئی کے پورا کرنے کے لئے یہ ایک الٰہی تدبیر تھی۔ اور اپنی ذات میں ایک مستقل نشان

نادر خاں کو بھی اپنے بادشاہ بننے کا خیال نہ تھا

۵۔ اگر اس وقت کے اعلانات دیکھے جائیں۔ جبکہ نادر شاہ اپنے ملک کو استبداد سے آزاد کرانے کے لئے کوشش کر رہے تھے تو ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک ان کے اپنے ذہن میں بھی بادشاہت کا خیال نہ تھا۔ بلکہ جب تک امان اللہ خان ملک میں رہے۔ وہ برابر ان کی تائید کرتے رہے۔ اور جب وہ حکومت سے دست بردار ہو کر ملک چھوڑ گئے۔ تو اس وقت سے نادر خان صاحب نے برابر یہ اعلان کیا۔ کہ انہیں خود حکومت کی خواہش نہیں۔ ملک کے لوگ جو فیصلہ مشورہ کے بعد کریں گے۔ وہ اسی پر کاربند ہوں گے یہ بات ظاہر کرتی ہے۔ کہ عین اس وقت بھی جبکہ وہ ملک کی آزادی کے لئے جدوجہد کر رہے تھے۔ خود ان کے نزدیک ان کا بادشاہ ہونا ناممکن تھا۔ لیکن اس کے مقابل میں اس الہام کو دیکھو۔ کہ ۱۹۰۵ء میں پورے پچیس سال پہلے ان کے بادشاہ ہونے کا اعلان کیا گیا تھا:

نادر خاں کی بے سروسامانی

۶۔ جب وہ خوست کے علاقہ میں داخل ہوئے ہیں۔ تو ان کی حالت ایسی کمزور تھی۔ کہ پریس جاری کرنے کی بھی ان کو طاقت نہیں ملک کے لوگوں کو صحیح حالات سے اطلاع دینے کے لئے انہوں نے اخبار جاری کرنا چاہا۔ اور اس کے لئے ایک سٹائلو پریس جو معمولی چالیس پچاس روپیہ کی چیز ہے۔ انہوں نے خریدا۔ اور دوران جنگ میں اخبار اصلاح اسی پر چھپ کر شائع ہوتا رہا۔ ایسے محدود وسائل کے ساتھ بچہ سقہ جیسے دشمن کا مقابلہ جس نے امیر امان اللہ خان جیسے بادشاہ کو ان کے تمام ہتھیاروں اور فوجوں کے باوجود شکست دی تھی۔ نیچا دکھانا کوئی معمولی کام نہ تھا۔ اور خود اپنی ذات میں ایک نشان تھا۔ اور صرف خدا تعالےٰ کے فضل سے پیشگوئی کو پورا کرنے کے لئے یہ سامان پیدا ہوئے۔ کہ باوجود بے سروسامانی خرابی صحت اور طوائف الملوکی کے نادر خان بچہ سقہ کو شکست دینے میں کامیاب ہوئے:

افغانستان نے صرف نادر خان کو بادشاہت کا اہل سمجھا

۷۔ نادر خان اعلان کر چکے تھے۔ کہ وہ بادشاہت کے متمنی نہیں۔ اور ملک جو فیصلہ کرے گا۔ انہیں منظور ہوگا۔ اور اس پر انہوں نے عمل بھی کیا۔ اور لوگوں سے مشورہ لیا۔ غالب خیال یہی تھا۔ کہ چونکہ شاہی خاندان کے بہت سے افراد زندہ موجود تھے۔ اور چونکہ امراء عام طور پر آپس میں رقابت رکھتے ہیں۔ اس لئے بچہ سقہ کے فتنہ کے فرو ہو جانے پر اول تو لوگ امیر امان اللہ خان کو واپس بلانے کا مشورہ دیں گے۔ اور اگر ان کی بعض حرکات سے لوگ ناخوش تھے تو کم سے کم ان کے خاندان کے کسی اور شاہزادے کو تخت پیش کریں گے۔ لیکن الٰہی فیصلہ کو کون روک سکتا تھا۔ جو تخت اللہ تعالیٰ کی طرف سے نادر کو ۳ مئی ۵ء کو انعام کے طور پر مل چکا تھا جو نادر اس لئے کھڑا کیا گیا تھا کہ تا امیر حبیب اللہ خاں کا خاندان لایموت ولا یحیٰ کی زندگی بسر کرے اس تخت سے کون نادر کو محروم کر سکتا تھا۔ اس نادر کو کون بادشاہت کے فیصلہ کے وقت نظر انداز کر سکتا تھا آخر وہی ہوا جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مقدر تھا یعنی پیشگوئی کے پورے پچیس سال بعد وہ نادر خاں جس کے بادشاہ ہونے کا وقوعہ سے چھ ماہ پہلے بھی کوئی امکان نہ تھا۔ تخت افغانستان پر متمکن ہونے کے لئے منتخب کیا گیا باوجود اس کے کہ اس کی خواہش نہ تھی باوجود اس کے کہ وہ فیصلہ قوم کے ہاتھ میں چھوڑ چکا تھا۔ اسی کے نام قرعہ پڑا۔ وہی اس بوجھ کو اٹھانے کا اہل سمجھا گیا اور اس کے سوا کون اہل ہو سکتا تھا۔ جسے خدا تعالیٰ نے اہل قرار دیا۔

نادر خان کا نادر شاہ کہلانا

۸۔ مگر نادر خان کے نادر شاہ ہونے میں ایک مرحلہ ابھی باقی تھا۔ بے شک افغانستان آزاد ہو چکا تھا۔ بے شک اس کا امیر اب بادشاہ کہلاتا تھا۔ بے شک اب نادر اس آزاد حکومت کے تخت پر بیٹھ کر شاہ بن گیا تھا۔ لیکن الہام میں اس کا نام نادر خان بادشاہ نہیں رکھا گیا تھا۔ بلکہ نادر شاہ رکھا گیا تھا۔ اگر بادشاہ نادر خان کے نام سے نادر کو پکارا جاتا۔ تب بھی عقلمند انسان کے نزدیک پیشگوئی کو پورا سمجھا جاتا۔ اور یہ خیال کیا جاتا۔ کہ نادر خان شاہ کو اختصاراً نادر شاہ کہہ دیا گیا ہے۔ لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس پیشگوئی کے ایک ایک لفظ کو اس کی اصلی صورت میں پورا کرنا تھا۔ اس لئے اس کے لئے بھی غیر معمولی سامان پیدا کئے۔ اور خود نادر خان کے دل میں یہ خیال پیدا کیا۔ کہ وہ آئندہ نادر شاہ کہلائے۔

اے سوچنے والو سوچو۔ کیا یہ غیر معمولی خیال نہیں۔ بادشاہ ہو کر لوگوں کے نام وہی رہتے ہیں۔ "شاہ" ان کے نام کے ساتھ لگ جاتا ہے۔ کبھی پہلے۔ کبھی بعد میں۔ لیکن ان کے قومی القاب اور ان کے نام وہی رہتے ہیں۔ نادر کا نام نادر تھا۔ اور قومی لقب خان تھا۔ خان کا لفظ شاہ کے عہدہ کے خلاف نہیں۔ بلکہ وہ تو شہنشاہ کے عہدہ کے بھی خلاف نہیں چنگیز خان آدھی دنیا سے زیادہ کا بادشاہ تھا۔ مگر وہ شاہی لقب کے ساتھ خان بھی کہلاتا تھا۔ اسی طرح چغتائی خاندان کے کئی بادشاہ سلطان کے لقب کے ساتھ خان بھی کہلاتے تھے۔ جیسے سلطان غیاث الدین براق خان۔ سلطان محمد خان۔ سلطان احمد الجہ خان وغیرہ نام تاریخوں میں مذکور ہیں۔ امان اللہ خان جن کے عہد میں افغانستان آزاد ہوا۔ اور قدرتاً انہیں شاہ کہلانے کا شوق تھا۔ وہ بھی شاہ امان اللہ خان کہلاتے تھے۔ کیوں پھر اسی طرح نادر خان شاہ۔ نادر خان نہ کہلائے۔ کیوں ان کا نام ہی بدل کر نادر شاہ کر دیا گیا؟ اے صداقت پسند روحو۔ کیا تم اس سے انکار کر سکتی ہو۔ کہ یہ اس خدائے قادر کا کام تھا۔ اور صرف اسی کا کام تھا جس نے ۳ مئی ۱۹۰۵ء کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ خبر دی تھی۔ کہ "آہ نادر شاہ کہاں گیا"۔ جس خدا نے نادر خان کا نام نادر شاہ رکھا تھا۔ اسی نے نادر خان اور ان کے امراء کے دل میں یہ تحریک کی۔ کہ گو شاہ کا لفظ نام کے پیچھے بھی استعمال ہو سکتا ہے۔ گو امان اللہ خان نے باوجود شاہ ہو جانے کے اپنے نام کو امان اللہ شاہ کے نام سے مشہور نہیں کیا۔ گو خان کا لفظ شاہی کے منافی نہیں۔ لیکن پھر بھی نادر خان کو آئندہ نادر شاہ کہا جائے۔ تاکہ نادر خان پیشگوئی کے مطابق نہ صرف شاہی کا عہدہ پائیں۔ بلکہ ان کا نام بھی نادر شاہ ہو جائے۔

بعض جاہل لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ نادر خان کو الہام میں نادر شاہ کیوں کہا گیا ہے۔ لیکن وہ یہ بھول جاتے ہیں۔ کہ نادر خان کا نام تمام دنیا میں نادر شاہ ہی پڑ گیا ہے۔ حتےٰ کہ خود وہ لوگ جو احمدیہ سلسلہ کے مخالف ہیں۔ اور نادر خان کو نادر شاہ کہنے پر معترض ہیں۔ خود اپنے اخبار میں بارہا نادر شاہ لکھ چکے ہیں۔ جیسا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب۔ اسی طرح تمام انگریزی اخبارات ان کو نادر شاہ لکھتے ہیں۔ خود افغانستان کے لوگ انہیں نادر شاہ لکھتے اور پکارتے ہیں۔ اور حکومت بھی اسی امر کو پسند کرتی ہے۔ کہ انہیں نادر شاہ کہا جائے۔ چنانچہ روزنامہ اخبار سیاست کے گیارہ دسمبر ۱۹۲۹ء کے پرچہ میں لکھا ہے۔ کہ سردار شاہ ولی خان صاحب نے مالک اخبار سیاست کے ساتھ گفتگو کے دوران میں فرمایا۔ کہ

"ہندوستان میں لوگ اعلیٰ حضرت کا نام غلط لکھتے ہیں۔ جس روز انہوں نے اعلان ملوکیت کیا۔ اس روز وہ خان کی جگہ شاہ ہو گئے۔ اب ان کا نام نادر شاہ شاہِ افغانستان ہے"۔

(منقول از "الفضل" ۲۵ مارچ ۱۹۳۰ء)

اس شہادت سے ثابت ہے۔ کہ نادر خان کا نام ہی نادر شاہ رکھ دیا گیا تھا۔ اور شاہ کا لفظ نام کا جزو قرار پا گیا تھا۔ کیونکہ سردار شاہ ولی خان صاحب فرماتے ہیں۔ کہ اب ان کا نام نادر شاہ شاہِ افغانستان ہے۔ شاہ کا لفظ دوسری دفعہ دہرا کر انہوں نے بتایا ہے۔ کہ پہلا شاہ ان کے نام کا جزو ہے۔ پس خدا تعالیٰ نے اپنا کلام پورا کرنے کے لئے ان کے نام کو کلی طور پر بدل دیا۔ اور ان کا نام ہی نادر شاہ رکھ دیا گیا۔ اے حق کے طالبو۔ یہ تغیر معمولی نہیں۔ بلکہ نادر شاہ کے برسر حکومت آنے پر بھی اس تغیر کو ناممکن قرار دیا جاتا تھا۔ چنانچہ سلسلۂ احمدیہ کے اشد ترین دشمن۔ اخبار اہلحدیث میں بھی لکھا گیا۔

"کیا افغانستان میں نادر شاہ بولا جاتا ہے۔ کیا افغانستان کی اصطلاح میں بادشاہ کو شاہ کے لقب سے کبھی یاد کیا گیا۔ کیا کبھی عبد الرحمٰن شاہ یا حبیب اللہ شاہ۔ یا امان اللہ شاہ کے القاب کسی نے سنے۔ وہاں تو شاہ کا لقب بادشاہ کے لئے ہے ہی نہیں۔ بلکہ ہم کہیں گے۔ کہ ہندوستان میں کسی معتبر تحریر میں عبد الرحمٰن شاہ یا حبیب اللہ شاہ وغیرہ نہیں ملتے۔ پس اگر یہ الہام افغانستان کے ما فی الضمیر کی ترجمانی ہوتی۔ تو شاہ کا لقب نہ ہوتا۔ بلکہ نادر خان کا لقب ہوتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ نادر شاہ والا الہام کسی اور موقعہ کے لئے ہے۔ امیر نادر خان کے متعلق نہیں"۔

میں سمجھتا ہوں۔ یہ تحریر مولوی ثناء اللہ صاحب کے اخبار اہلحدیث میں اللہ تعالیٰ نے لکھوائی ہے۔ اس قدر شدید دشمن اخبار اس امر کا اقرار کرتا ہے۔ کہ نادر خان کا نادر شاہ کہلانا افغانستان کے لوگوں کے حالات ان کی زبان اور ان کی تاریخ کو مدنظر رکھتے ہوئے ناممکن ہے۔ ہم کہتے ہیں۔ یہ بالکل درست ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ افغانستان کے سابق بادشاہ شاہ نہیں کہلاتے تھے۔ یہ بھی درست ہے۔ کہ امان اللہ خان بھی بادشاہ ہو کر امان اللہ شاہ نہیں کہلائے۔ بلکہ شاہ امان اللہ یا امان اللہ خان شاہ افغانستان کہلائے اور یہ سچ ہے۔ کہ افغانستان کے لوگوں کے ذہنوں میں اپنی قومی روایات کے خلاف یہ خیال نہیں آ سکتا تھا۔ کہ وہ نادر خان کو نادر شاہ شاہِ افغانستان کہنے لگیں۔ مگر دوسری طرف یہ امر واقعہ ہے۔ کہ نادر خان بادشاہ ہوتے ہی نادر شاہ کہلانے لگے۔ افغانستان اور ہندوستان کے جرائد انہیں نادر شاہ لکھتے چلے آئے ہیں۔ اور لکھ رہے ہیں۔ اور جیسا کہ ان کے بھائی اور وزیر سردار شاہ ولی خان صاحب کے بیان سے ثابت ہے۔ افغانی حکومت نے ان کا یہی نام تجویز کیا تھا۔ پس اے وہ لوگو جنکے دل میں خدا کا خوف ہے۔ جو مرنے پر اور مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنے پر یقین کرتے ہو۔ خدارا مجھے بتاؤ۔ کہ وہ کونسی طاقت تھی۔ جس نے اس ناممکن امر کو ممکن کر دیا۔ جیسے مولوی

ثناء اللہ صاحب جیسے دشمنِ سلسلہ کا اخبار بھی ناممکن قرار دیتا ہے۔ اور جو بظاہر حالات واقعہ میں ناممکن تھا۔ کیا اسی زبردست خُدا نے نہیں جس نے ۳ مئی ۱۹۰۵ء کو پورے پچیس سال پہلے بانیٔ سلسلۂ احمدیہ کے الہام میں نادر کا نام نادر شاہ رکھا تھا کیا اس زبردست نشان کو دیکھتے ہُوئے بھی تم انکار کرتے چلے جاؤ گے۔ کیا اب بھی تم خدا کے مامور کو قبول نہیں کروگے۔ کیا اب بھی تم اپنے پیدا کرنے والے سے صلح نہیں کروگے اور دہریت اور انکار کے گڑھوں میں گرے رہو گے۔ اگر ایسے زبردست نشان بھی جن کے ناممکن ہونے کا دشمن بھی اقرار کرتا ہے۔ تمہارے سمجھانے کے لئے کافی نہیں۔ اگر نہیں تو بتاؤ۔ کہ تم خدا تعالےٰ سے کس معاملہ کی امید کرتے ہو:۔

نادر شاہ کی وفات پر حسرت واندوہ کا اظہار

۹۔ افغانستان جیسے ملک میں بادشاہ ہونے کے بعد بھی کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ لوگ جلد جوش میں آجاتے ہیں اور محبت دشمنی سے بدل جاتی ہے۔ بالکل تعجب نہ ہوتا۔ اگر نادر شاہ بادشاہ ہونے کے بعد ملک میں بدنام ہو جاتے۔ یا ملک میں امن قائم کرنے کے قابل ثابت نہ ہوتے۔ اور تفرقہ اور فساد بڑھ جاتا۔ لیکن "آہ نادر شاہ کہاں گیا" کے الفاظ بتاتے تھے۔ کہ ان کی موت کے وقت لوگ ان کے کام کی قدر کرنے لگ جائیں گے۔ اور ان کی موت پر حسرت واندوہ کا اظہار کریں گے۔ یہ خود ایک نشان ہے۔ کیونکہ پچیس سال پہلے ایک معمُولی آدمی کے بادشاہ ہونے کی پیشگوئی کرنا خود ایک بڑا نشان ہے۔ لیکن ساتھ یہ بتا دینا۔ کہ باوجُود اس کے کہ وُہ قدیم شاہی خاندان کو علیحدہ کرکے تخت پر بیٹھے گا۔ اور ایسے ملک میں حکومت کرے گا۔ جہاں کے لوگ اصلاح کے نام سے دُور بھاگتے ہیں۔ وُہ مفید کام کرتے ہُوئے لوگوں میں قبولیت پیدا کرتا چلا جائے گا۔ اور لوگ اس کی موت پر دل سے حسرت کریں گے۔ ایک ایسا نشان ہے۔ کہ جس کی عظمت کا کوئی شخص انکار نہیں کرسکتا:۔

یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ یہ حصہ الہام کا دو دفعہ پُورا ہُوا ہے۔ پہلی دفعہ جب امیر امان اللہ خان کے وقت میں بچۂ سقہ نے بغاوت کی اور امیر نے اور امراء نے۔ اور عوام نے اس وقت خواہش کی۔ کہ کاش نادر خان ہوتے۔ تو ملک کو سنبھال لیتے۔ گو اس وقت نادر خان نادر شاہ نہ تھے۔ لیکن کبھی آئندہ نام سے بھی کسی کو وقت سے پہلے یاد کر لیا جاتا ہے۔ جیسے قرآن کریم میں ہے۔ کہ ہم نے لوگوں کو فلک المشحون میں چڑھایا۔ حالانکہ مشحون کے معنے بھری ہوئی کے ہیں۔ محققین لکھتے ہیں۔ کہ اس جگہ مراد یہ ہے کہ وہ کشتی جو لوگوں کے بیٹھنے سے بھرنے والی تھی۔ چونکہ بتانا یہ ہے کہ کشتی آدمیوں کی کثرت یا کشتی کے چھوٹے ہونے کی وجہ سے بھر گئی۔ بجائے اس مضمون کو الگ بیان کرنے کے یہی کہدیا۔ کہ ہم نے ان کو بھری ہوئی کشتی میں جگہ دی۔ حالانکہ جگہ دیتے ہوئے وہ بھری ہوئی نہ تھی۔ اسی طرح یہاں ہُوا۔ کہ گو اس وقت نادر خان بادشاہ نہ تھے۔ لیکن چونکہ خدا تعالےٰ بتانا چاہتا تھا۔ کہ اس وقت ان کو کامیاب کرکے بادشاہ بنا دیا جائے گا۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے ان کو نادر شاہ کے نام سے ہی پکارا۔ اور اس طرح ایک مختصر فقرہ میں وسیع مضمون ادا کر دیا:۔

لیکن دُوسرے معنے اس کے اب پورے ہوئے ہیں جبکہ نادر شاہ لوگوں میں نادر شاہ کے نام سے مشہور ہوکر اور ان کی محبت کو جذب کرکے ایک دشمن ملک کے ہاتھوں سے قتل ہوئے ہیں۔ اور سارا ملک بزبانِ حال چلاّ رہا ہے۔ کہ "آہ نادر شاہ کہاں گیا"۔

اچانک حادثہ سے وفات کی خبر

۱۰۔ اس الہام میں یہ بات بھی بتائی گئی تھی۔ کہ نادر شاہ صاحب کی وفات کسی اچانک حادثہ سے ہوگی۔ کیونکہ "آہ نادر شاہ کہاں گیا" کے الفاظ میں نہ صرف افسوس بلکہ حیرت بھی پائی جاتی ہے اور حیرت ہمیشہ بے وقت یا غیر مترقب امر کے متعلق ہوا کرتی ہے۔ پس ان الفاظ سے ثابت ہے۔ کہ الہام میں یہ بتایا گیا تھا کہ نادر شاہ معمولی طریق پر دنیا سے رخصت نہ ہوں گے۔ بلکہ ان کا دنیا سے جانا غیر معمولی واقعہ کے طور پر ہوگا۔ اور ایسے موقعہ پر ہوگا۔ جب کہ لوگوں کو اس کی امید نہ ہوگی:۔

نادر شاہ صاحب کے قتل کے جو واقعات اخبارات میں شائع ہو چکے ہیں۔ ان سے صاف ظاہر ہے۔ کہ اس پیشگوئی کا یہ حصہ بھی لفظاً لفظاً پورا ہوا۔ کہا جاتا ہے۔ کہ نادر شاہ صاحب ایک فٹ بال میچ کے نتیجہ میں تقسیم انعام کرنے کے لئے اپنے باغ دلکشا نامی میں تشریف لائے۔ اور سینکڑوں لوگوں کے مجمع میں جس میں طالب علم استاد اور امراء سلطنت وغیرہ تھے۔ چند طالب علموں سے گفتگو کر رہے تھے۔ کہ انہی طالب علموں میں سے کہ جن کی ہمت بڑھانے کے لئے وہ آئے تھے ایک نے ان پر ایک گز کے فاصلہ پر سے متواتر تین فائر کر دیئے۔ اور یکدم وہ مجمع طرب بزم عزا بن گیا۔ اس واقعہ کی سرعت اور اس کی سخت حیرت کا موجب ہوتا اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ تین فائر یکے بعد دیگرے ہوگئے۔ اور لوگ شاہ کے بچانے کی کوشش نہ کرسکے۔ جرنیل محمود خان وزیر حرب اور شاہ کے بھائی اسوقت موجود تھے۔ اور اس طرح اچانک کچھ کا کچھ ہو جانے کا ان پر اسقدر اثر ہوا۔ کہ اخبارات میں لکھا ہے۔ کہ وہ غش کھا کر گر گئے۔ لوگ گھبرا کر بازاروں کی طرف دوڑ پڑے۔ اور پکارنے لگے۔ کہ شاہ فوت ہوگئے ہیں۔ شاہ فوت ہو گئے ہیں۔

یہ سب امور بتاتے ہیں۔ کہ پیشگوئی کے عین مطابق نادر شاہ صاحب کا واقعہ اس حیرت انگیز طریق سے ہُوا۔ کہ لوگ اپنے حواس کھو بیٹھے:۔

نادر شاہ کی افغانستان کو اشد ضرورت

۱۱۔ اس پیشگوئی سے یہ بات بھی معلوم ہوتی تھی۔ کہ جس وقت نادر شاہ صاحب کی وفات ہوگی۔ اس وقت ملک کو ان کی اشد ضرورت ہوگی۔ واقعات سے یہ امر بھی ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ بڑا ثبوت اس امر کا یہ ہے۔ کہ شاہ موصوف کی وفات سے چند دن پہلے ڈاکٹر محمد اقبال صاحب افغانستان سے واپس آئے۔ تو انہوں نے اخبارات میں یہ امر شائع کرایا۔ کہ اگر دس سال بھی نادر شاہ صاحب کو اور مل گئے۔ تو افغانستان کی حالت درست ہو جائے گی اور وہ ترقی کی چوٹی پر پہنچ جائے گا۔ اس اعلان کے دوسرے دن وہ مارے گئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ سب واقف لوگ اس امر کو محسوس کرتے تھے۔ کہ نادر شاہ صاحب کی زندگی کی ابھی ملک کو بہت ضرورت ہے۔ لیکن پیشگوئی کے مطابق اللہ تعالےٰ کا یہ منشا نہ تھا۔ کہ وہ اس وقت تک زندہ رہتے۔

پیشگوئی کے دو پہلو

ممکن ہے۔ کہ بعض دشمن یہ اعتراض کریں۔ کہ جب نادر شاہ صاحب خوست پر حملہ کر رہے تھے۔ اس وقت کہا جاتا تھا کہ "آہ نادر شاہ کہاں گیا" سے یہ مراد ہے۔ کہ اس فساد کو دور کرنے کے لئے نادر شاہ کی ضرورت لوگوں نے محسوس کی ہے۔ اور اب ان کی وفات پر اسے چسپاں کیا جاتا ہے۔ سو واضح رہے۔ کہ یہ الہام دونوں دفعہ پورا ہوا ہے۔ اس وقت بھی کہ جب امان اللہ خان کے بھاگنے کے موقعہ پر لوگوں کو جرنیل نادر خان کی ضرورت محسوس ہوئی تھی۔ اور اب بھی کہ اللہ تعالےٰ کی مشیت کے ماتحت وہ ایک بے وقوف نوجوان کے ہاتھوں مارے گئے ہیں۔ اور یہ اب کا خیال نہیں۔ بلکہ جماعت احمدیہ میں یہ خیال اسی وقت سے پیدا ہے۔ جب خوست کے میدان میں اللہ تعالےٰ نے نادر شاہ صاحب کو فتح دی۔ چنانچہ اسی وقت میرے کہنے کے مطابق اس پیشگوئی پر ایک مضمون مولوی شیر علی صاحب نے لکھا تھا۔ جو ۳ جنوری ۱۹۳۰ء کے "الفضل" میں شائع ہو چکا ہے۔ اس میں اس امر کا اظہار کرنے کے بعد کہ یہ پیشگوئی امان اللہ خان کے شکست کھانے سے اور لوگوں میں جرنیل نادر خان کی واپسی کی خواہش سے اور نادر خان کے نادر شاہ بن جانے سے پوری ہو گئی۔ مولوی صاحب نے تحریر کیا تھا۔ کہ اس پیشگوئی کے دو مفہوم ہیں۔ ایک تو وہ جو بغاوت افغانستان کے وقت نادر خان کے باہر ہونے اور لوگوں میں ان کے بلانے کی خواہش پیدا ہونے اور پھر ان کے ملک میں واپس آکر فتح پانے اور بادشاہ ہو جانے سے پورا ہوا۔ اور ایک دوسرا مفہوم ہے اس دوسرے مفہوم کے متعلق وہ لکھتے ہیں:۔

"دوسرے مفہوم میں ایک ایسا خیال جھلک رہا ہے۔ کہ موسوم کو کوئی خطرناک مصیبت پیش آئے گی۔ اور اس کے نقصان پر بہت رنج و غم محسوس کیا جائے گا" (الفضل ۳۔ جنوری ۱۹۳۰ء صفحہ ۱۱۔ کالم اول)

اس تحریر سے ظاہر ہے۔ کہ احمدی جماعت شروع سے اس امر کی قائل تھی۔ کہ اس پیشگوئی کے دو پہلو ہیں۔ اور غالب ہے۔ کہ وہ دونوں پہلو ہی پورے ہوں۔ کیونکہ سنت اللہ یہ بھی ہے۔ کہ بعض دفعہ الہام کے کئی پہلو ہوتے ہیں اور وہ سب ہی پورے ہو جاتے ہیں:

خلاصۂ بیان

خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے افغانستان کے متعلق ۳ مئی ۱۹۰۵ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر دو وحیوں کے ذریعہ سے کچھ اخبار غیبیہ ظاہر کیں۔ جن میں ایک طرف تو بچہ سقہ کی قلیل جماعت کے ساتھ امان اللہ خان پر فتح کا ذکر تھا۔ اور پھر اس کے بعد یہ اطلاع تھی۔ کہ نادر خاں اس وقت۔ کہیں باہر ہونگے ملک ان کی خواہش کرے گا۔ وہ واپس آکر دشمن پر فتح پائینگے اور بادشاہ ہو جائیں گے۔ ان کا نام نادر خاں سے نادر شاہ ہو جائے گا۔ اس کے بعد پھر وہ ایک حادثہ عظیمہ کا شکار ہونگے اور اچانک ان کی موت واقعہ ہو گی۔ اور لوگ سخت ماتم اور غم میں مبتلا ہوں گے۔ اور ان کی موت کو ملک کا بہت بڑا نقصان سمجھا جائے گا۔ یہ پیشگوئی اس وقت کی گئی تھی۔ جبکہ نادر ابھی ایک ناتجربہ کار نوجوان تھے۔ اور ان کے لئے اعلیٰ عہدہ پر پہونچنے کا کوئی بھی امکان نہ تھا:

خدا تعالیٰ کا خالص غیب

اب اے لوگو جو تلاشِ حق رکھتے ہو۔ اور جن کو دنیا کی محبت نے عقبےٰ کی یاد بالکل ہی فراموش نہیں کرا دی۔ میں آپ لوگوں سے پوچھتا ہوں۔ کہ کیا اس قدر عظیم الشان اخبار پچیس اور تیس سال پہلے ایسے حالات میں بتا دینا کسی انسان کا کام ہو سکتا ہے۔ اگر انسان بھی ایسا کر سکتا ہو۔ تو خدا کے رسولوں کی سچائی کا ثبوت ہی کیا ہو۔ اور خدا تعالیٰ کے کلام کی عزت ہی کیا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ عالم الغیب فلا یظھر علیٰ غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول۔ خدا تعالیٰ اپنے غیب کو سوائے رسولوں کے کسی پر ظاہر نہیں کرتا۔ اب اگر ایک مفتری اور نعوذ باللہ شیطان سے تعلق رکھنے والا شخص اس قدر عرصہ پہلے اس قدر لمبا سلسلہ غیبی امور کا بتا سکتا ہے۔ تو بتاؤ۔ کہ قرآن کریم کی سچائی کا کیا ثبوت رہ جائے گا۔ حکومتوں کا تغیر معمولی بات نہیں۔ اور پھر پرانے خاندانوں کی حکومت کا خصوصاً ایشیائی ممالک میں بدل جانا اور بھی عجیب بات ہے۔ اور اگر حکومت بدلے بھی تو کون کہہ سکتا ہے۔ کہ وہ فلاں شخص کے پاس جائے گی۔ اس شخص کی اس قدر لمبی عمر کا ضامن ہی کون ہو سکتا ہے۔ اور اگر وہ زندہ رہے۔ تو اس کا کون ضامن ہو سکتا ہے۔ کہ اس کی قوتیں اس وقت تک اس کا ساتھ دیں گی۔ اور وہ اس موقعہ پر عملی طور پر کوئی حصہ لے سکیگا اور پھر یہ کہ وہ کامیاب بھی ہو جائے گا۔ اور پھر کامیابی کے بعد اس اس طرح اس کی موت واقعہ ہو گی۔ اور ملک کی حالت اس کے بعد اس اس طرح ہو گی۔ بخدا یہ خالص غیب ہے جس کا بیان کرنا خدا تعالیٰ کے سوا کسی کے لئے ممکن نہیں۔ پس خدا تعالیٰ کے نشانات سے انکار نہ کرو۔ کہ یہ راہ نہایت خطرناک ہے اے بھائیو۔ جو خدا۔ امان اللہ خان کو اس کے تخت سے ایک بچہ سقہ کے ذریعہ سے نکلوا سکتا ہے۔ اس کے غضب سے آپ کیونکر اپنے آپ کو مامون سمجھ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا کس قدر احسان ہے۔ کہ اس نے اسلام کو بچانے کے لئے آپ میں سے ہی ایک شخص کو مبعوث فرما دیا۔ جس نے اس دہریت کے زمانہ میں اسلام کو تازہ معجزات کے ذریعہ سے پھر زندہ کر دیا ہے۔ پس وہ جو تمہاری نجات کے لئے آیا ہے۔ اس سے دور مت بھاگو۔ اور وہ جو تمہارا دوست ہے۔ اس سے دشمنی نہ کرو کہ خدا تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری اچھے پھل پیدا نہیں کرتی:

کب تک انتظار کرو گے

دیکھو سورج نصف النہار پر آگیا ہے۔ نشان پر نشان ظاہر ہو رہا ہے۔ آسمان اور زمین پے در پے اور چلا چلا کر مسیح موعود کی صداقت کی شہادت دے رہے ہیں۔ آخر تم کب تک انتظار کرتے رہو گے۔ کیا تم جانتے ہو۔ کہ موت کا وقت کب آئے گا۔ پس کیوں خوف نہیں کرتے۔ کہ کہیں انتظار ہی انتظار میں جان نہ نکل جائے۔ سچ سچ کہو۔ کہ اگر تم کو خدا تعالیٰ کی ہستی پر یقین ہے۔ تو مرنے کے بعد تم نے اس کیلئے کیا جواب سوچ رکھا ہے:

آہ تم میں سے کئی ہیں۔ جو کہتے ہیں۔ کہ کیا خدا نے ہندوستان میں ظاہر ہونا تھا اور وہ نہیں جانتے۔ کہ جب خدا عراق میں ابراہیم پر ظاہر ہوا تھا۔ تو اس وقت بھی لوگوں نے یہی کہا تھا۔ کہ کیا خدا تعالیٰ نے عراق میں ہی ظاہر ہونا ہے۔ اور جب وہ سینا میں موسےٰ پر ظاہر ہوا تھا۔ تو اس وقت بھی لوگوں نے یہی کہا تھا۔ کہ کیا خدا نے بنی اسرائیل میں ہی ظاہر ہونا ہے۔ اور جب وہ مسیح علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔ تو اس وقت بھی لوگوں کو یہی شبہ ہوا تھا۔ کہ کیا وہ ناصرہ جیسی حقیر بستی میں ہی ظاہر ہو سکتا تھا۔ اور پھر وہ جب عرب میں سید ولد آدم پر ظاہر ہوا۔ تو قرآن کو کھول کر پڑھو۔ اس وقت کے یہود نے بھی اس پر تعجب کیا تھا۔ کہ کیا اس نے عرب میں ہی ظاہر ہونا تھا۔ بلکہ یہود تو یہود خود اہل عرب نے کہا تھا۔ کہ کیوں ہمارے بڑے شہروں میں سے کسی بڑے آدمی پر خدا ظاہر نہ ہوا۔ پس یہ وسوسہ نیا نہیں اور نہ یہ وسوسہ نیا ہے۔ کہ خدا کا کلام پیچھے رہ گیا ہے۔ اس زمانہ کے لوگوں کو اس سے کوئی حصہ نہیں ملا۔ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت یوسفؑ کی قوم نے بھی ایسا ہی خیال ظاہر کیا تھا:

پس خدا تعالیٰ کے صریح نشانات دیکھ کر ان وسوسوں میں نہ پڑو۔ کہ لیس الخبر کالمعاینۃ۔ جب صداقت مسیح موعود علیہ السلام کثرت معجزات سے روز روشن کی طرح ثابت ہو چکی۔ تو محض وسوسوں اور شبہات پر کیوں ایمان کی ساعت کو پیچھے ڈالتے ہو۔ کہ ایمان کی ایک ساعت کفر کی زندگی سے زیادہ قیمتی ہے:

اپنے پیدا کرنے والے کی آواز کو پہچانو!

اے متلاشیانِ حق خواہ تم کسی ملک کے ہو۔ میں تم سے کہتا ہوں۔ کہ خدا کا نور آگیا۔ پس آنکھیں بند نہ کرو۔ اور غفلت کو ترک کرو۔ دیکھو ہمارا خدا زندہ خدا ہے۔ وہ جو کچھ پہلے کرتا تھا۔ اب بھی کرتا ہے۔ اور تازہ بتازہ نشانات سے اسلام کی زندگی اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیات سرمدی کو ثابت کرتا ہے۔ تم کو کیا ہو گیا۔ کہ تم اپنے پیدا کرنے والے کی آواز کو نہیں پہچانتے۔ اور اپنے مالک کے جلوہ کو شناخت نہیں کر سکتے۔ کیا دل مر گئے ہیں۔ یا خدا تعالیٰ نے ہی کفر کی وجہ سے ان پر مہر لگا دی ہے۔ یاد رکھو خدا کا نور منہ کی پھونکوں سے نہیں بجھتا۔ جس درخت کو اللہ تعالیٰ نے لگایا۔ اسے کون کاٹ سکتا ہے۔ جو نام خدا نے لکھا۔ اسے کون مٹا سکتا ہے۔ جس قوم کو خدا نے بڑھانے کا فیصلہ کیا۔ اسے کون گھٹا سکتا ہے۔ پس خالقِ ارض و سما کے ارادہ سے مت ٹکراؤ کہ سمندر کی لہر مضبوط پہاڑوں سے ٹکرا سکتی ہے۔ لیکن انسان خواہ کس قدر ہی طاقتور ہو۔ خدائے واحد کے ارادہ کی مخالفت نہیں کر سکتا:

مسیح موعودؑ کی جماعت کی ترقی

دیکھو ہر دن جو چڑھتا ہے۔ مسیح موعودؑ کی جماعت کو بڑھا رہا ہے۔ باوجود سب لوگوں کی مخالفت کے یہ جماعت بڑھ رہی ہے پھر تم کیوں اس امر کو جو ہو کر رہنا ہے خوشی سے قبول نہیں کر لیتے۔ اور اس دن کی انتظار میں ہو جب خدا تعالیٰ کی تلوار تمہاری گردنوں پر رکھی جائے۔ یاد رکھو۔ کہ ہمیشہ ہی خدا کے مامور ذلیل اور ان کی جماعتیں حقیر سمجھی گئی ہیں۔ لیکن دنیا کی مخالفت نے ان کا کچھ نہیں بگاڑا۔ اور ذلیل ہی سب عزتوں کا سرچشمہ بنے۔ اور وہ ہی سب بڑائیوں کے وارث ہوئے۔ پس اٹھو اور اپنی اور اپنی اولادوں کی جانوں پر رحم کرتے ہوئے حق کو قبول کرو۔ کہ ایک ایک منٹ قیمتی اور ایک ایک ساعت انمول ہے۔ تمہارا خدا تم کو پیار سے بخشنے کے لئے بیتاب ہے۔ اسکی آغوش آج پھر اسی طرح تمہارے لئے کھلی ہے جس طرح ابراہیمؑ اور موسےٰؑ اور مسیحؑ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت کھلی تھی۔ اس نعمت کی قدر کرو۔ اور جو عزت کا مقام تمہارا رب تم کو بخشنا چاہتا ہے۔ اسے قبول کرو: وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین

والسلام

خاکسار

مرزا محمود احمد امام جماعت احمدیہ۔ قادیان ضلع گورداسپور
۲۰ - نومبر ۱۹۳۳ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ جمعہ

ایمان کامل کے لئے اشداء علی الکفار رحماء بینھم کا مصداق بننا چاہیئے

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۱۷ نومبر ۱۹۳۳ء

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایسا بنایا ہے۔ کہ وہ ایک طرف تو اپنے

گردوپیش کے اثرات

کو قبول کرنے کے لئے بڑی شدت سے مائل رہتا ہے۔ اور دوسری طرف اس میں یہ بھی طاقت ہے۔ کہ اگر چاہے تو ایسے اثرات کو قبول کرنے سے انکار کر دے۔ گویا ایک طرف تو وہ ایک چٹان ہے

ایسی مضبوط چٹان

کہ جس سے سمندر کی تیز لہریں ٹکرا کر ہمیشہ واپس لوٹ جاتی ہیں۔ اور اس پر ذرہ بھی نشان پیدا کرنے کے قابل نہیں ہوتیں۔ اور دوسری طرف وہ ایک

سپنج کے ٹکڑے کی طرح

یا نرم موم کی طرح ہے۔ کہ اس پر ہاتھ ڈالتے ہی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس میں طاقت مقابلہ ہے ہی نہیں۔ اور یہ دونوں چیزیں انسان کے

تمام اعمال کی جڑ

ہیں۔ یعنی کسی جگہ پر اثر کو قبول کرنا اور کسی جگہ پر رد کر دینا۔ نہ تو ہر جگہ اثر قبول کرنا ہی ہو سکتا ہے۔ اور نہ ہر جگہ رد کر دینا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ مومنوں کی یہ صفت بیان فرماتا ہے۔ کہ وہ

اشداء علی الکفار رحماء بینھم

ہوتے ہیں۔ یعنے یہ نہیں۔ کہ وہ اثر کو قبول کرنے والے ہوتے ہیں۔ کیونکہ اگر ایسا ہو۔ تو وہ شیطان کا اثر بھی قبول کر لیتے۔ اور یہ بھی نہیں۔ کہ کسی کا اثر قبول کرتے ہی نہیں۔ کیونکہ اس صورت میں وہ فرشتوں کے اثر کو بھی رد کر دیتے۔ بلکہ ان کے اندر دونوں باتوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ ان میں سے ایک کو اپنے اندر پیدا کر کے انسان نیک نہیں بن سکتا۔ اور نہ ہی ایک سے تقوےٰ قائم رہ سکتا ہے۔ ضروری ہے۔ کہ کامل انسان میں یہ دونوں باتیں پائی جائیں۔ اس میں یہ بھی طاقت ہو۔ کہ خواہ کتنی ہی تکلیف دہ بات ہو۔ پھر بھی

غلط اثر کو قبول نہ کرے

اور یہ بھی چاہیئے۔ کہ خواہ حالات کتنے ہی مخالف کیوں نہ ہوں۔ پھر بھی اچھی چیز کے اثر کو رد نہ کرے۔ اسی چیز کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا۔ کہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم۔ جب کسی ایسی چیز کا سوال ہو۔ جو

مذہب و دین کے خلاف

ہو۔ تو چاہیئے۔ کہ مومن ایک ایسی چٹان کی مانند ہو۔ جس پر کوئی چیز اثر ہی نہیں کر سکتی۔ لیکن جہاں

تقوےٰ کا معاملہ

ہو۔ وہاں ایسا معلوم ہو۔ کہ وہ قبل از وقت ہی جھک رہا تھا۔ نیکی کا سوال تو بعد میں پیدا ہوا۔ اس کے قبول کرنے کا میلان اس کے اندر پہلے ہی موجود تھا۔ اسی درجہ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں

اس دیئے سے تشبیہ

دی ہے۔ جو قریب ہے۔ کہ آگ کے بغیر ہی جل پڑے۔ یہی مقام ہے کہ جب انسان اسے ہر قسم کی ملونی سے پاک کر دیتا ہے۔ تو اسی کو

صدیقیت

کہتے ہیں۔ صدیق اور مصدق میں یہی فرق ہوتا ہے۔ مصدق تو بعد میں آ کر کہتا ہے۔ کہ میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ مگر صدیق میں اس کے قبول کرنے کا میلان پہلے ہی موجود ہوتا ہے۔ یوں تو سب صحابہ مصدق تھے۔ لیکن صدیقیت میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے بڑھے ہوئے تھے۔ ہمارے زمانہ میں بھی

صوفی احمد جان صاحب

جو پیر منظور احمد صاحب اور پیر افتخار احمد صاحب کے والد اور حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خسر تھے۔ صدیقیت کا مقام حاصل کئے ہوئے تھے۔ ابھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعوےٰ بھی نہ کیا تھا۔ کہ انہوں نے آپ کو ایک خط لکھا۔ جس میں یہ شعر تھا۔

ہم مریضوں کی ہے تمہیں پہ نظر
تم مسیحا بنو خدا کے لئے

ابھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی نہیں سمجھتے تھے کہ میں مسیح موعود ہوں۔ مگر انہوں نے کہا۔ کہ آپ ایسا دعوےٰ کریں۔ ہم آپ کو ماننے کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔ یہی

صدیقیت کا مقام

ہے۔ جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دعویٰ کیا۔ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کسی قریب یا بعید کے مقام پر باہر گئے ہوئے تھے۔ آپ کا دعوےٰ سن کر لوگ اِدھر اُدھر دوڑ پڑے۔ کہ خبر دیں۔ ایسے اچھے آدمی کو کیا ہو گیا ہے۔ وہ آپکو پاگل سمجھنے لگ گئے تھے۔ جھوٹ تو بعد میں اس وقت کہا۔ جب ضد ہو گئی۔ ورنہ شروع شروع میں وہ پاگل ہی سمجھتے تھے۔ آپ کے دعوےٰ کو سنتے ہی

عام چرچا

شروع ہو گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت روایت ہے کہ وہ اپنے ایک دوست کے گھر میں بیٹھے تھے۔ کہ ایک لونڈی آئی۔ اور اس نے کہا کہ کچھ سنا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کیا ہوا۔ اس نے کہا تمہارے دوست محمد (صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی عقل ماری گئی ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا۔ کہ بات کیا ہے۔ اس نے کہا۔ وہ کہتا ہے۔ خدا میرے ساتھ باتیں کرتا ہے۔ میرے پاس فرشتے آتے ہیں۔

میں نبی ہوں

حضرت ابوبکر رضؓ نے سن کر کہا۔ کہ اگر وہ ایسا کہتا ہے۔ تو ٹھیک کہتا ہے اس کے بعد آپ وہاں ٹھہرے نہیں۔ بلکہ فوراً آئے اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مکان پر پہنچے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اندر تھے حضرت ابوبکر رضؓ نے جب دستک دی۔ تو آپ باہر تشریف لائے۔ حضرت ابوبکر رضؓ نے کہا۔ میں نے سنا ہے۔ کہ آپ نے کوئی دعوےٰ کیا ہے۔ آپ اس خیال سے کہ ابوبکر رضؓ پرانا دوست ہے۔ ایسا نہ ہو ٹھوکر کھا جائے کوئی دلیل دینے لگے۔ لیکن حضرت ابوبکر رضؓ نے کہا۔ مجھے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ آپ صرف یہ بتائیں۔ کہ آپ نے کوئی

دعوےٰ کیا ہے یا نہیں

حضرت ابوبکر رضؓ اگر دلیل سننے کے بعد ایمان لاتے۔ تو مصدق ہوتے صدیق کا مقام حاصل کر سکتے۔

صدیقیت کے لئے

دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ انسان کے اندر سے آتی ہے اور جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بتایا۔ کہ ہاں میں نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے۔ تو آپ نے فوراً کہا۔ کہ میں اس کا مصدق ہوں

حضرت خلیفہ اول رضؓ

کا بھی اسی قسم کا ایک واقعہ ہے۔ جو آپ خود سنایا کرتے تھے۔ فرماتے ہیں جموں میں تھا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس وقت توضیح مرام اور فتح اسلام رسائل چھپوا رہے تھے۔ ان کا کوئی پروف کسی غیر احمدی نے چرا لیا۔ اور جموں لے آیا۔ وہاں اپنے دوستوں سے کہا۔ کہ میں نے اب نور دین کو قابو کرنے کا سامان کر لیا ہے۔ انہوں نے پوچھا۔ کس طرح قابو کر لیا ہے۔ اس نے کہا۔ کہ خواہ کچھ ہو۔ میں یہ جانتا ہوں۔ کہ اس کے دل میں

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا عشق

ضرور ہے۔ اور اب میں نے ایک ایسی بات مرزا صاحب کی پکڑی ہے کہ جس شخص کے دل میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا عشق ہو۔ وہ انہیں کبھی نہیں مان سکتا۔ آخر کچھ لوگ ایک دن اکٹھے ہو کر آئے۔ اور اس شخص نے خلیفہ اول رض سے دریافت کیا۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ یا نہیں۔ آپ نے کہا ہیں۔ اس نے پوچھا آپ کے بعد رسول آسکتا ہے۔ یا نہیں۔ آپ نے کہا نہیں۔ اس نے کہا۔ اگر کوئی ایسا دعوے کرے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میں سمجھونگا اس نے غلطی کی۔ اس پر اس نے وہ پروف نکال کر سامنے رکھ دیا اور کہا۔ دیکھو مرزا صاحب ایسا دعوے کرتے ہیں۔ خلیفہ اول رض نے کہا۔ کہ اگر مرزا صاحب کا یہ دعوے ہے۔ تو میں سمجھوں گا۔

میرے معنے غلط ہیں

کیونکہ جب آپ کو مامور مان لیا۔ تو پھر میں ہی غلطی پر ہو سکتا ہوں وہ نہیں ہو سکتے۔ یہ سنکر اس کا رنگ زرد ہو گیا۔ اور اس نے کہا۔ چلو اس کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ تو صدیقیت یہی ہے۔ کہ نفس عکس قبول کرنے کے لئے پہلے سے تیار ہو۔ اسے دبانا نہ پڑے بلکہ اس کے متعلق تو یہ خدشہ ہوتا ہے۔ کہ گرفت زیادہ پڑ کر ضرر نہ پہنچ جائے۔ جیسے ہم جب کسی نرم چیز کو پکڑتے ہیں۔ تو آہستگی سے پکڑتے ہیں۔ لیکن سخت چیز کو پکڑتے وقت زور سے ہاتھ ڈالتے ہیں۔ اشداء علی الکفار رحماء بینھم کی کیفیت جس شخص کے اندر ہو۔ وہ برداشت نہیں کر سکتا۔ کہ کوئی غیر آکر اس پر اثر ڈالے۔ وہ اپنے سے اور نے

اپنے بھائی کا احسان

اٹھائے گا۔ لیکن اپنے سے اعلےٰ کسی غیر کا احسان اٹھانا گوارا نہ کرے گا

اس کیفیت کی مثال

بھی حضرت ابو بکر رض میں ملتی ہے۔ جب کہ میں مسلمانوں کے خلاف مخالفت کا طوفان اٹھا۔ اور قریش نے کہا۔ کہ ان کو ایسا تنگ کرو۔ کہ توبہ پر مجبور ہو جائیں۔ توبہ تو انہوں نے کیا کرانی تھی۔ ہاں سختی انتہا کو پہنچ گئی۔ قرآن کریم یا نماز تک پڑھنا مشکل تھا۔ اس وقت حضرت ابو بکر رض نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ کہ اگر اجازت ہو۔ تو کہیں باہر چلا جاؤں۔ جہاں عبادت الہٰی تو بلا روک ٹوک ہو سکے۔

آپ نے اس وقت اجازت دے دی۔ اگرچہ بعد میں جب آپ کو علم ہوا۔ کہ آپ کو بھی ہجرت کرنی پڑے گی۔ تو آپ ان کو روکتے رہے حضرت ابو بکر رض مکہ سے جانے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ کہ

ایک سردار مکہ

ان کے پاس آیا۔ اور پوچھا کہاں جاتے ہو۔ آپ نے کہا میں مکہ کو چھوڑ رہا ہوں۔ یہاں نمازوں وغیرہ کی آزادی نہیں۔ اس نے کہا۔ ہم آپ کی منت کرتے ہیں۔ کہ آپ نہ جائیں۔ آپ جیسے آدمیوں سے تو

مکہ میں برکت

ہے۔ میں لوگوں کو سمجھاؤں گا۔ پھر اس نے لوگوں سے کہا۔ لوگوں نے مان لیا۔ اور حضرت ابو بکر رض کو آزادی ہو گئی۔ لیکن ایک دن آپ نے جب دیکھا۔ کہ

بعض غلام مسلمانوں کو تکالیف

دی جا رہی ہیں۔ تو آپ نے کہدیا۔ کہ میں کسی کی پناہ نہیں چاہتا۔ مجھے یہ پسند نہیں۔ کہ باقی مسلمانوں کو دکھ ہو۔ اور میں امن میں رہوں۔ اس طرح آپ نے دوسروں کا احسان اٹھانے سے انکار کر دیا۔

میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک روایت سنی ہے۔ کہ ایک دفعہ حضرت ابو بکر رض کی مجلس میں آپ کے فرزند عبد الرحمٰن نے جو پہلے مخالف تھے۔ مگر بعد میں انہوں نے بہت ترقی کی۔ کہا کہ ایک دفعہ مجھے دشمنوں کے ساتھ مسلمانوں کے ساتھ جنگ کے لئے جانا پڑا ایک موقعہ پر آپ ایسی جگہ تھے۔ کہ میں آپ پر وار کر سکتا تھا۔ مگر باپ سمجھ کر میں نے ایسا نہ کیا۔ یہ سن کر حضرت ابو بکر رض نے کہا۔ کہ خدا کی قسم اگر میں ایسا موقعہ پاتا۔ تو

ضرور وار کر دیتا

تو اشداء علی الکفار رحماء بینھم کے یہی معنے ہیں۔ کہ مومن جہاں ایک طرف حق کے عکس اور اثر کے مقابلہ میں ایسا نرم ہوتا ہے کہ ان کا معمولی دباؤ بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ اور ایسا ہوتا ہے۔ جیسے تصویر لینے کا شیشہ۔ وہاں

دشمن کے مقابل میں

اس کی یہ حالت ہوتی ہے۔ کہ بیشک جان کی بھی اسے کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔ اس قسم کے اور بھی لوگ صحابہ میں موجود تھے۔ حضرت عثمان بن مظعون کے متعلق ایک اسی قسم کا واقعہ آتا ہے۔ کہ ایک دفعہ ایک شاعر جو کہیں باہر سے آیا ہوا تھا۔ اپنا کلام سنا رہا تھا۔ اس نے ایک شعر کا ابھی پہلا ہی مصرعہ پڑھا تھا۔ کہ آپ نے کہا۔ خوب ہے۔ اس پر وہ بہت جز بز ہوا۔ اور اس نے کہا۔ مجھے تیرے جیسے انسان کی داد کی کیا ضرورت ہے۔ پھر اس نے اہل مکہ کو مخاطب کر کے کہا۔ کہ کیا اب تمہارے ہاں شرفا کی یہی قدر ہوتی ہے۔ اس کے بعد اس نے دوسرا مصرعہ پڑھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ یہ ٹھیک نہیں۔ اس پر مکہ کے رؤسا میں سے ایک نے اٹھ کر آپ کو ایسا مکا مارا۔ کہ آپ کی

ایک آنکھ نکل گئی

آپ اس واقعہ سے کچھ عرصہ قبل تک ایک شخص کی پناہ میں تھے۔ مگر خود ہی دوسرے مسلمانوں کی تکالیف کو دیکھ کر اس کی پناہ ترک کر دی تھی۔ وہ شخص آپ کا عزیز بھی تھا۔ یہ حالت دیکھ کر اسے رنج ہوا۔ اور اس نے کہا۔ میری پناہ میں نہ رہنے کا نتیجہ تم نے دیکھ لیا۔ آپ نے جواب دیا۔ میں اس قسم کا احسان اٹھانے کو اب بھی تیار نہیں ہوں۔ میری تو

دوسری آنکھ

بھی اسی کی منتظر ہے۔ تو صحابہ میں اور بھی کئی صدیق تھے۔ حضرت ابو بکر رض تو ایک اعلےٰ نمونہ تھے

حضرت عثمان بن مظعون

بعد میں شہید ہوئے۔ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو آپ سے اتنی محبت تھی۔ کہ وفات کے قریب تک محبت سے ان کا ذکر کرتے رہے۔ حتیٰ کہ جب آپ کے

صاحبزادہ حضرت ابراہیم

کی وفات کا وقت آیا۔ تو آپ نے انہیں اپنی گود میں لیا۔ اس وقت آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ اور آپ نے کہا جا اپنے بھائی عثمان کے پاس۔

میں بتا رہا تھا۔ کہ مومن کے اندر ایک طرف تو اتنی شدت ہوتی ہے۔ کہ

دوسرے کا اثر

اس پر ہو ہی نہیں سکتا۔ اور دوسری طرف ایسی نرمی ہوتی ہے۔ کہ گویا اثر پہلے ہی پڑا ہوا ہوتا ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو لوگ عام طور پر

کمزور طبیعت

کا انسان سمجھتے ہیں۔ مگر موقعہ پر معلوم ہوتا ہے۔ کہ دین و مذہب کے بارہ میں آپ کے اندر کس قدر سختی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کہتے ہیں۔ میں بھی آپ کو کمزور طبیعت کا ہی سمجھتا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات پر جب

سارے عرب میں بغاوت

پھیل گئی۔ اور لوگوں نے زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کر دیا۔ تو میں نے آپ سے کہا۔ کہ بہتر ہے کچھ دنوں کے لئے زکوٰۃ لینی چھوڑ دی جائے۔ جب لوگ ٹھنڈے ہو جائینگے۔ تو پھر ان کو سمجھا کر اس پر آمادہ کر لیا جائے گا۔ یہ سن کر حضرت ابو بکر رض نے خاص طور پر میری طرف دیکھا۔ آپ کے والد کا نام ابو قحافہ تھا۔ اور وہ

اگرچہ خاندانی آدمی

تھے۔ لیکن مالی لحاظ سے ان کی حالت غربت کی تھی۔ اس لئے خاندانی ہونے کے باوجود انہیں کوئی خاص عزت حاصل نہ تھی۔ اور حضرت ابو بکر رض جب زبنی تحقیر کرنا چاہتے۔ تو اپنے آپ کو ابن ابو قحافہ کہتے۔ حضرت عمر رض فرماتے ہیں۔ کہ حضرت ابو بکر رض نے توجہ سے میری طرف دیکھا۔

اور کہا۔ کیا

ابن ابو قحافہ کی طاقت

اتنی ہے۔ کہ جس چیز کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جاری کیا اسے بند کر دے۔ خدا کی قسم جو شخص رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں

اونٹ کی ایک رسی

بھی دیتا تھا۔ وہ اب اگر انکار کرے گا۔ تو میں اس کے لئے بھی اس کے ساتھ جنگ کروں گا۔ عمرؓ یہ مت خیال کرو۔ کہ ہم تھوڑے ہیں۔ اگر دشمن مدینہ کے اندر بھی آجائیں۔ اور

کتے ہماری عورتوں کی لاشوں کو

گھسیٹتے پھریں۔ تو بھی میں زکوٰۃ نہ چھوڑوں گا۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں۔ کہ اس وقت میں نے خیال کیا۔ واقعی

شیخ بڑا بہادر ہے

حضرت عمرؓ محبت کی وجہ سے آپ کو شیخ یعنے بوڑھا کہہ دیا کرتے تھے۔ اور بعد کے واقعات نے بتا دیا۔ کہ اس وقت کی ذرا سی کمزوری کس قدر نقصانات کا موجب ہو سکتی تھی۔ غور کرو۔ جو شخص مومن کی ذرہ بھر تکلیف بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ وہ دوسری طرف دین و مذہب کے معاملہ میں اپنے اندر کس قدر سختی رکھتا ہے۔ کہ

تمام ملک کی مخالفت

کی پرواہ نہیں کرتا۔ بڑے بڑے بہادر گھبرا اٹھے ہیں۔ اور چاہتے ہیں۔ کہ صلح کر لی جائے۔ مگر وہ اس کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ تو جو بات کامیاب کرتی ہے۔ وہ یہی ہے۔ کہ آپس میں محبت ہو۔ مگر جہاں مخالف یا منافق مقابلہ میں آجائے۔ مومن اس کی بات تک نہ سن سکے بہت لوگوں کو میں نے دیکھا ہے۔ وہ کسی

کافر یا منافق کی حمایت

کریں گے۔ اور احمدی کی مخالفت۔ جب کسی نے ان سے کہا۔ کہ فلاں احمدی نے مجھے یہ نقصان پہنچایا۔ تو وہ فوراً مان جائیں گے۔ اور اس کی حمایت کرتے ہوئے احمدی کی مخالفت شروع کر دیں گے۔ وہ جھٹ کہنے لگ جائیں گے۔ کہ واقعی اس پر بڑا ظلم ہوا۔ حالانکہ مومن کو چاہیئے کہ اپنے بھائی کے متعلق حسن ظنی سے کام لے۔ میں یہ نہیں کہتا۔ کہ بات سنانے والے پر ضرور بدظنی کرو۔ لیکن وہ جو بدظنی پیدا کرتا ہے اس کی بات کو بھی تو تحقیقات کے بغیر نہ مان لو۔ حسن ظنی نیکی اور احسان پہلے گھر سے شروع ہونا چاہیئے۔ بدظنی سے اسلام نے روکا ہے۔ لیکن جب دو میں سے کسی ایک پر کرنی پڑے۔ تو جسے اللہ تعالےٰ نے

ایمان کی توفیق

عطا فرمائی ہے۔ اس میں کوئی نہ کوئی خوبی زیادہ ماننی پڑے گی۔ یہ بھی ممکن ہے۔ کہ وہی غلطی پر ہو۔ لیکن پہلے تو اس پر حسن ظنی ہونی چاہیئے۔ ہاں جب معلوم ہو جائے۔ کہ وہ واقعی زیادتی کر رہا ہے۔

تو پھر اس کو روکنا چاہیئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ اپنے بھائی کی

خواہ وہ ظالم ہو۔ یا مظلوم

مدد کرو۔ اور صحابہ کے دریافت کرنے پر بتایا۔ کہ ظالم کو ظلم سے روکنا اس کی مدد کرنا ہے۔ لیکن جب تک تحقیق سے

اپنے بھائی کا غلطی پر ہونا

معلوم نہ ہو جائے۔ اس وقت تک خیال کی بنیاد لازماً حسن ظنی پر ہونی چاہیئے۔ اور اگر دوست اس اصل پر عمل شروع کر دیں تو بہت سے فتنے مٹ جائیں۔ میں نے دیکھا ہے یہاں ایک شخص عبداللہ چرخی تھا۔ اس کے پاس اگر کوئی بیٹھتا تو ہمارے بعض دوست گھبرا لیتے۔ کہ کہیں کوئی اثر نہ قبول کر لے۔ حالانکہ اگر کسی پر ایسی باتوں کا اثر ہوتا ہے۔ تو یہ ہماری کمزوری اور ہماری

تربیت کا نقص

ہے کہ اس کے اندر صدیقیت کا مادہ نہیں پیدا کر سکے۔ انسان کے اندر جب

ایمان کی طاقت

ہو۔ تو وہ کسی مخالف کے اثر کو قبول کر سکتا ہی نہیں۔ کئی اعتراضات ایسے ہوتے ہیں۔ جو ہم نے کبھی سنے نہیں۔ مگر جب وہ ہم پر کئے جاتے ہیں۔ تو جواب اللہ تعالےٰ نے فوراً سمجھا دیتا ہے۔ کبھی کسی بڑے سے بڑے لائق اور فاضل انسان کی طرف سے اسلام پر کوئی ایسا اعتراض نہیں کیا گیا۔ جسے سن کر ہم یہ کہنے پر مجبور ہوئے ہوں۔ کہ اچھا اس پر غور کریں گے۔ فوراً اس کا جواب سوجھ جاتا ہے۔ تو

ایمان کی کھڑکیاں

جب کھلی ہوئی ہوں۔ تو کوئی مخالف طاقت اپنا اثر کر نہیں سکتی۔ مومن کا فرض ہے۔ کہ جن لوگوں کو اللہ تعالےٰ نے بزرگی دی اور ایمان لانے کی توفیق عطا فرمائی۔ ان کی بات کی طرف زیادہ توجہ دے۔ اور اگر ایسا کیا جائے تو سب فتنے مٹ جائیں۔ فتنے دراصل پیدا ہی اس طرح ہوتے ہیں۔ کہ

منافقوں کی باتوں پر ایمان

لایا جاتا ہے۔ ہم یہ تو مان سکتے ہیں۔ کہ کسی کو کوئی ایسا معاملہ پیش آیا۔ جو سچا تھا۔ اور اس سے اسے ابتلاء آگیا۔ لیکن یہ کہ جو شخص صبح کو بدظن ہوا۔ شام کو اس کا مقصد اصلاح ہو گیا۔ یہ خیال کرنا بے وقوفی ہو گی۔ ہر کفر کی ہوا سے دب جانا اور ایمان کی ہوا سے کھڑا ہو جانا کوئی خوبی نہیں ہو سکتی۔ اور ایسے شخص کی مثال ایسی ہے۔ جیسے کوئی شخص سؤر بیچنے کے لئے گھر سے چلا۔ راستہ میں ایک کھمبے کے ساتھ اسے باندھ کر خود قضائے حاجت کے لئے گیا۔ اس کھمبے کی تختی کمزور تھی۔

سؤر نے جو زور لگایا۔ تو وہ دوسری طرف ہو گئی۔ اور اس کا رخ بدل گیا۔ وہ جب آیا۔ تو بغیر اس کے کہ وہ غور کرتا۔ کہ میں کدھر سے آیا تھا۔ اور کدھر کو جانا ہے۔ اس نے سؤر کو کھولا اور جس طرف تختی کا رخ تھا۔ اسی طرف لے کر چل پڑا۔ آخر جب گھر پہونچا۔ تو کہنے لگا۔ میں نے

ساری دنیا کا سفر

کر لیا ہے۔ اور زمین گول ہونے کی وجہ سے پھر گھر آگیا ہوں تو ایسے لوگ محض تختی کے الٹ جانے سے الٹے چل پڑتے ہیں اور آنکھ کھول کر نہیں دیکھتے۔

اس قسم کی فطرت

ہمیشہ نقصان کا موجب ہوتی ہے۔ جس شخص کے

دل کی کھڑکیاں

کفر کی طرف سے بند ہوں۔ اس کے اندر کفر کی بات داخل ہی کیسے ہو سکتی ہے۔ اور ایمان اس کے اندر داخل ہونے سے کس طرح رہ سکتا ہے۔ کمرہ سے باہر دری جھاڑی جائے۔ تو کمرہ کے اندر کی ہر چیز پر گرد نظر آتی ہے۔ پھر سوچنا چاہیئے۔ کیا ایمان ہی ایسی کمزور چیز ہے کہ کھڑکیاں کھلی ہوں۔ اور وہ اندر نہ آسکے۔ حالانکہ ایمان نہایت لطیف چیز ہے۔ اور ہر لطیف چیز زیادہ پھیلتی ہے۔ اگر کسی نے ایمان کی طرف کی کھڑکی کھولنی ہو۔ تو اس کا یہی طریق ہے۔ کہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم پر عمل کرے۔ ایسا انسان

خطرہ سے باہر

ہو جاتا ہے۔ اسے اگر دشمنوں میں بھی پھینک دو۔ تو وہ ان میں سے بھی بعض کو اپنے ساتھ لے آئیگا۔ اس پر کوئی اثر نہ ہوگا۔ اور اگر مومنوں میں ہو۔ تو وہ اور بھی بڑھتا اور ترقی کرتا جائیگا۔ پس جو لوگ

اپنے ایمان کی اصلاح

چاہتے ہیں۔ انہیں چاہیئے۔ کہ اس آیت پر غور کریں۔ اور اپنے رشتہ داروں۔ بھائیوں۔ دوستوں۔ افسروں ماتحتوں غرضیکہ کسی موقع پر جب مذہب اور

تصدیق کلمات و نشانات الٰہیہ

کا معاملہ ہو۔ کسی کی پرواہ نہ کریں۔ اور اپنے آپ کو ان کی باتوں سے بالکل متاثر نہ ہونے دیں۔ ہاں جب کوئی دینی معاملہ ہو۔ تو ان کے دلوں کی کھڑکیاں بالکل کھلی ہوں۔ تا

اللہ تعالیٰ کا نور

ان کے اندر داخل ہو سکے۔ ؁

مرگی کا شرطیہ علاج

مرگی جیسی موذی بیماری کے علاج کے لئے میرے پاس ایک دوائی ہے۔ جس دوست کو کسی دوائی نے فائدہ نہ دیا ہو۔ منگوا کر استعمال کریں۔ ضرور انشاءاللہ فائدہ ہوگا۔ عدم فائدہ کی صورت میں قیمت واپس۔ دس یوم کی خوراک کی قیمت ع علاوہ محصول ڈاک۔

بشارت منزل محلہ باب الانوار۔ قادیان

حضرت حکیم الامۃ علامہ نور الدین اعظم خلیفۃ المسیح اول رض
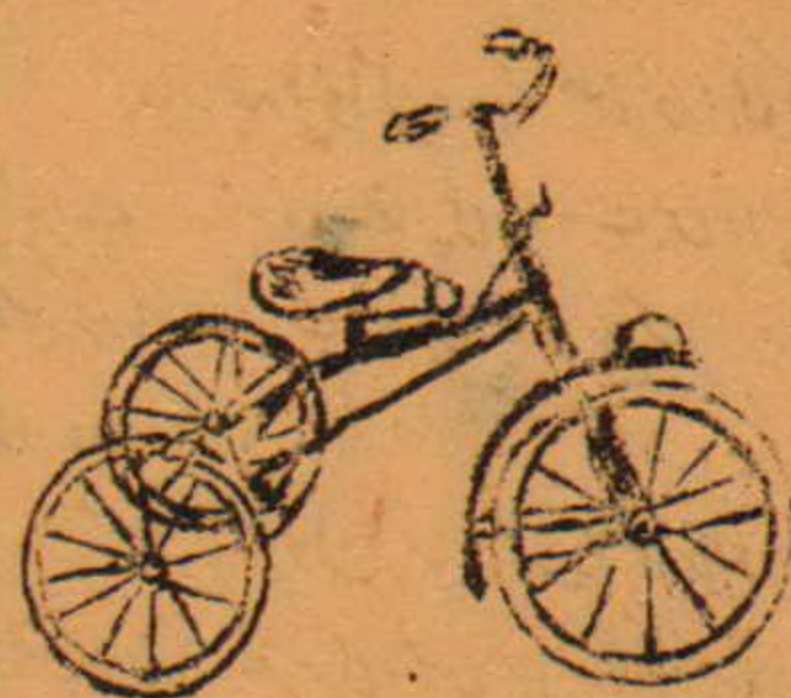
کی شاگردی اور ان کے زیر نظر مطب کرنے کے زمانہ میں آپ کے مجرب عطا کردہ نسخہ جات اور بعد میں میرے اپنے مجرب نسخے اور مختلف امراض کی ادویات کا گویا پچاس سالہ تجربہ اور عرق ریزی کے بعد میں تمام اعلیٰ درجہ کی مجرب ادویات کا اشتہار دے رہا ہوں۔ مجھے ہر مرض کے شافی علاج کا تجربہ ہے۔ ہزاروں مریضوں کو خدا تعالیٰ نے شفا بخشی۔ آپ بھی میرے لمبے تجربے سے فائدہ حاصل کریں۔ سردست۔ بواسیر۔ دمہ۔ طاقت۔ دماغی داعصابی۔ برص بانجھ پن۔ امراض چشم۔ ضعف جگر۔ وطحال اور دیگر ہر قسم اور ہر نوع کے زنانہ اور مردانہ امراض کا علاج بفضل خدا کیا جا سکتا ہے۔ قیمت ادویات بمقابلہ ان کی خوبیوں اور خالص اجزاء کے بالکل برائے نام ہے۔ کیونکہ اصل غرض اشتہار سے خدمت خلق ہے۔ فرمائش کے ہمراہ مفصل حالات مرض کے آنے لازمی ہیں۔ بوجہ عدم گنجائش صرف یہ لکھنا کافی ہے کہ تقریباً ہر قسم کے مرض کا علاج بفضل خدا میرے پاس موجود ہے۔ آپ فائدہ اٹھائیں۔ اور اپنے متعلقین کو بھی اطلاع دیں۔ دوائی کی قیمت بعد تشخیص و دریافت حالات طے ہوگی۔ درخواستیں بنام:-

مطب (مولوی) حکیم قطب الدین قادیان (پنجاب)

نصف قیمت کا اعلان

اپنے بچوں کو خوش وخرم، چست اور تندرست بنانے کیلئے ہمارا ٹرائیکل خرید دیجئے۔ ورزش ہو گی ... اور جسم میں نمایاں ترقی ہوگی۔ اس قیمت پر پھر ہاتھ نہیں آئیگا۔

سابقہ قیمت ... روپیہ۔ اب ہندوستان کے ہر ریلوے اسٹیشن پر مفت ڈلیوری عرق ... دس روپیہ میں دیا جائیگا۔ ... بڑے بچوں کیلئے ... روپیہ۔ آرڈر کے ہمراہ ... روپیہ پیشگی روانہ فرمائیں

بی جی گڈز سٹور۔ بٹالہ (پنجاب)
BATALA

الفضل میں اشتہار دیکر فائدہ اٹھائیے

اعلان نکاح

عزیزہ خدیجہ بیگم بنت بابو محمد اسحٰق صاحب سکنہ محلہ دارالبرکات قادیان بعمر ۱۷ سال کا نکاح مکرمی برادرم منشی زین العابدین صاحب ولد حکیم سراج دین صاحب قوم جنجوعہ سکنہ ڈھڈہ رانجھہ ضلع شاہ پور کے ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے بالعوض مبلغ ۵۰۰ روپیہ مہر مسجد مبارک میں بعد نماز عصر پڑھایا۔ احباب دعا فرماویں۔ اللہ تعالیٰ یہ رشتہ ہر دو جانبین کے لئے مفید اور بابرکت فرمائے۔ آمین۔ خاکسار۔ محمد الدین ملتانی محلہ دارالبرکات قادیان

اکسیر تسہیل ولادت

بچہ کی پیدائش کو آسان کر دینے والی دنیا بھر میں ایک ہی مجرب المجرب دوا ہے۔ جس کے بروقت استعمال سے وہ نازک اور دل ہلا دینے والی مشکل گھڑیاں بفضل خدا آسان ہو جاتی ہیں۔ بچہ نہایت آسانی سے پیدا ہو جاتا ہے۔ اور بعد ولادت کے درد بھی زچہ کو نہیں ہوتے قیمت معہ محصول صرف ۲؎

مینیجر شفاخانہ دلپذیر سلانوالی ضلع سرگودہا

ضرورت رشتہ

ایک پڑھی لکھی امور خانہ داری سے واقف اور نجیب الطرفین دوشیزہ کے لئے رشتہ مطلوب ہے۔ لڑکا تعلیم یافتہ برسر روزگار سید یا قریشی قوم سے ہو۔ جملہ خط وکتابت بنام

اے۔ معرفت "الفضل" قادیان

مختار احمد وارڈ کیپر پاور ہوس سٹورز ڈپو مغل پورہ

رشتہ مطلوب ہے

ایک احمدی نوجوان دوست کے لئے جو کہ ہنوز غیر شادی شدہ۔ گریجوایٹ۔ اور گورنمنٹ آف انڈیا میں ملازم ہیں۔ لڑکی خوبصورت نیک سیرت۔ وفا شعار۔ کم از کم میٹرک پاس اور متمول خاندان سے علاقہ رکھتی ہو۔

احباب مندرجہ ذیل پتہ پر خط وکتابت کریں۔

محمد رمضان سمال کاز کورٹ دہلی

اردو شارٹ ہینڈ

مختصر نویسی کے مستند ماہر و شہرہ آفاق استاد مسٹر جی ایم مہتہ۔ ایف۔ ایس۔ ڈی۔ ایس۔ سی۔ ٹی۔ ایس۔ ڈی۔ (انگلینڈ) ایم۔ آئی۔ ایس۔ ڈی۔ ایم ڈیپریس) پرنسپل صاحب انڈین کارسپونڈنس کالج بٹالہ کی تازہ تصنیف صرف دس آسان سبق کورس میں دریا پراسپکٹس و نمونہ سبق مفت

مینیجر انڈین کارسپونڈنس کالج بٹالہ پنجاب

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

کے مضمون مندرجہ الفضل ۲۱ فروری ۱۹۳۳ء سے چند فقرات

علاج بایو کیمک یا اکسیر بارہ نمک

کے متعلق ملاحظہ ہوں۔ حضور فرماتے ہیں۔ بارہ نمکوں کی ایجاد نے علاج کو ایسا آسان کر دیا۔ . . . . . اور صرف ان بارہ معدنی اجزاء کے ذریعہ جن سے انسانی جسم بنا ہے۔ تمام بیماریوں کا علاج ممکن ہو گیا

بایو کیمک یا اکسیر بارہ نمک

کی بارہ ادویہ میں نے بہترین کارخانہ سے مہیا کی ہیں۔ غریب اور نادار کیلئے یہ ادویہ ایک نعمت عظمیٰ ہیں۔ کیونکہ زود اثر اور کم خرچ ہیں۔ جو دوست قیمتی علاج اور ڈاکٹروں کے بل کی قیمت ادا نہیں کر سکتے۔ خاص طور سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ میں نے امراض دیرینہ میں بہت استعمال کرائیں۔ بفضل خدا شفا ہی ہوئی۔ قیمتی دواؤں سے بہتر ثابت ہوئیں۔ مریض کو نہ تو تیاری کی دقت اور نہ کھانے پینے میں بد مزہ۔ بچے بڑے بوڑھے۔ سب پر اثر کرتی ہیں۔ ضرور ضرور تجربہ کریں حکم ربی ہوگا تو شفا ہی ہوگی۔

ایم۔ ایچ۔ احمدی چتوڑ گڑھ۔ میواڑ

نوٹس بنام سید نذیر حسین صاحب

مدعیہ مسماۃ زینب بنت قاضی بیوہ امیر حسین صاحب مرحوم جہام۔ ورثاء سید قاضی امیر حسین صاحب مرحوم معرفت سید نذیر حسین صاحب۔ دعویٰ اجرائے ڈگری بابت تقسیم جائداد۔ مقدمہ مندرجہ عنوان میں محکمہ قضاء کے فیصلہ کیخلاف سید نذیر حسین صاحب کو جو خاص اجازت اپیل کرنیکے لئے دی گئی تھی۔ ان کو اطلاع سید نذیر حسین کو براہ راست اس لئے نہیں دی جا سکی۔ کہ انکا پتہ نہیں مل سکا۔ اب بذریعہ اخبار اعلان کیا جاتا ہے کہ اگر اس اعلان کے بعد تین ہفتے تک اپیل دائر نہ کیگئی۔ تو یہ اجازت منسوخ کر دیجائیگی۔ (ناظر امور عامہ ۸ نومبر)

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

جائنٹ سلیکٹ کمیٹی کی ایک رپورٹ ۱۷ نومبر کو لنڈن میں شائع ہوئی۔ جس میں بتایا گیا ہے۔ کہ کمیٹی نے ۲۷ ہندوستانی مندوبین سے مشورہ لیا۔ ستر اجلاس کئے۔ اور ایک سو چالیس گواہوں کے بیانات قلمبند کئے۔ اس دوران میں سر سیموئل ہور نے انیس مرتبہ شہادت دی۔

آل انڈیا مسلم لیگ کے آنریری جائنٹ سکرٹری اطلاع دیتے ہیں۔ کہ لیگ کا تئیسواں سالانہ اجلاس ۲۵-۲۶ نومبر کو خان بہادر حافظ محمد ہدایت حسین صاحب سی۔ آئی۔ ای۔ ایم۔ ایل سی بار ایٹ لا کے زیر صدارت اینگلو عربک کالج ہال دہلی میں منعقد ہوگا۔ مسلم لیگ کی کونسل کا اجلاس ۲۴ نومبر کو ۶ بجے شام ہوگا۔ ارکان کے قیام کے لئے کافی انتظامات ہو چکے ہیں۔

جموں کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ فرسٹ آنریبل منسٹر جموں و کشمیر نے ایک گشتی مکتوب جاری کیا ہے۔ جس میں ریونیو افسروں کو ہدایت کی ہے کہ آئندہ کشمیر اسمبلی کے انتخابات کے لئے ہندو مسلم اور سکھ رائے دہندگان کی جداگانہ فہرستیں تیار کریں۔ انتخابات مخلوط نہیں۔ بلکہ فرقہ وار ہونگے اور صرف انہی اشخاص کو رائے دینے کا حق حاصل ہوگا جو ریاست کی موروثی رعایا ہیں۔ اور جن کی عمر اکیس برس سے زائد ہے۔

کولمبو کے متعلق پارلیمنٹ میں ایک سوال کے دوران میں کہا گیا تھا۔ کہ وہاں بچے علانیہ بازاروں میں فروخت کئے جاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ۱۶ نومبر کو وزیر داخلہ کولمبو نے تحقیقات کے بعد اعلان کیا۔ کہ اس قسم کی صرف ایک مثال ثابت ہوئی ہے ایک ملازمہ کے بچہ کو بازار میں فروخت کے لئے لایا گیا۔ جہاں ایک شخص نے عورت کو کچھ روپیہ دے کر بچہ لے لیا۔

الہ آباد یونیورسٹی کی کانووکیشن بجائے ۲۵ نومبر کے ۱۶ دسمبر ۱۹۳۴ء پر ملتوی کر دی گئی ہے۔ تاکہ سر سیکلم ہیلی کو بطور چانسلر صدارت کا موقعہ مل سکے۔ اس کانووکیشن کے موقعہ پر سر میلکم ہیلی کو ایل ایل ڈی کی ڈگری دی جائے گی۔

اسمبلی کے آئندہ اجلاس میں مالابار کو علیحدہ صوبہ بنانے کے متعلق مسٹر رنگا آئر نے یہ قرارداد پیش کرنے کا نوٹس دیا ہے کہ یہ اسمبلی گورنر جنرل باجلاس سے سفارش کرتی ہے کہ مالابار کو زبان تمدن اور رسوم کے لحاظ سے مدراس پریذیڈنسی سے علیحدہ کر دیا جائے۔ یہ علاقہ اپنے اخراجات کا خود متحمل ہو سکتا ہے۔

گوہانہ ضلع رہتک کی میونسپل کمیٹی کو حکومت نے اس کی بدنظمی کی وجہ سے توڑ کر معاملات کا انصرام تحصیلدار کے سپرد کر دیا ہے۔

جاپانی وزیر مالیات نے ٹوکیو سے ۱۸ نومبر کی اطلاع کے مطابق ۱۹۳۵ء کے میزانیہ میں تقریباً ۱۲۰ ملین پونڈ کے مصارف فوجی طاقت کے استحکام کے لئے علیحدہ رکھنے منظور کئے ہیں یہ گراں بہا رقم جاپان کی فوجی قوت کی تکمیل۔ بڑے بڑے جہازوں کی آراستگی اور ہوائی طاقت کو مکمل کرنے پر خرچ کی جائے گی۔

دارالعوام میں ۱۷ نومبر کو وزارت بحریہ کے صدر نے بیان کیا۔ کہ ۱۹۱۴ء کے مقابلہ میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی بحری طاقت میں ۳۹ ہزار سات سو اور جاپان کی طاقت میں ۴۰ ہزار افراد کا اضافہ ہوا ہے۔ برخلاف اس کے برطانیہ کی بحری طاقت میں ۱۹۱۴ء کے بعد ۵۵ ہزار ۴ سو افراد کی کمی ہو گئی ہے۔

مسٹر روز ویلٹ صدر امریکہ نے اعلان کیا ہے کہ ریاستہائے متحدہ نے سوویٹ کے ساتھ دوستانہ تعلقات کے قیام اور سفراء کے تقرر کا فیصلہ کر لیا ہے۔ مسٹر ولیم بٹ جو عالمگیر اقتصادی کانفرنس میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے نمائندہ تھے۔ سوویٹ کے پہلے امریکن سفیر ہونگے۔ اس معاہدہ کے رو سے آئندہ دونوں ممالک ایک دوسرے کے خلاف مخالفانہ پروپیگنڈا سے احتراز کریں گے۔ اور دونوں قوموں کے افراد کو کامل مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔

ٹریبیون کا نامہ نگار لکھتا ہے کہ ایک سو سے زیادہ روسی اشخاص جنہیں سوویٹ گورنمنٹ نے جلاوطن کر دیا تھا۔ گلگت کے راستہ سے کشمیر پہنچے ہیں۔ کشمیر ریذیڈنسی نے انہیں پناہ دی ہے۔

ریزرو بنک کی مجلس منتخبہ کے متعلق نئی دہلی سے ۱۸ نومبر کی اطلاع ہے کہ اس نے اپنی رپورٹ پیش کر دی ہے متعدد ارکان نے رپورٹ کے ساتھ اپنے اختلافی نوٹ بھی شامل کئے ہیں۔

چٹاگانگ کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے لوگوں کو متنبہ کیا ہے۔ کہ پولیس اور فوجی افسر رات کے دس بجے سے کر صبح چھ بجے تک ہر شخص کو چیلنج کر سکتے اور اس کی نقل و حرکت کی معقول وجہ دریافت کر سکتے ہیں۔ نوٹس میں قانون کے پابند شہریوں سے درخواست کی گئی ہے کہ وہ مذکورہ وقت میں اپنی نقل و حرکت کو محدود کر کے حکام کی امداد کریں۔

سر آغا خاں کے متعلق لنڈن کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ وہ یکم دسمبر کو ہندوستان آنے کے لئے روانہ ہونگے۔

گاندھی ارون معاہدہ کی شرائط کے مطابق نئی دہلی سے ۱۹ نومبر کی خبر ہے۔ کہ ساحل سمندر پر رہنے والے لوگوں کو اپنے خانگی استعمال کے لئے نمک بنانے کی اجازت دیدی گئی ہے۔

مہاراجہ دیواس کے متعلق نئی دہلی کی ایک اطلاع مظہر ہے۔ کہ انہوں نے اپنی ریاست میں واپس جانے سے انکار کر دیا ہے۔ اب وہ اپنی زندگی تارک الدنیا کی حیثیت میں گذارنا چاہتے ہیں۔

مسٹر بالڈون سابق وزیر اعظم برطانیہ نے ۱۸ نومبر کو لنڈن میں ایک تقریر کی۔ جس میں بتایا۔ کہ موجودہ زمانہ میں جنگ کرنا۔ فاتح اور مفتوح دونوں کے لئے مہلک ہے۔ اگر یورپ میں جنگ ہوئی تو مغربی تہذیب کا اب خاتمہ ہو جائے گا۔

افغان قونصل جنرل دہلی کو ۲۰ نومبر کابل سے بذریعہ تار اطلاع موصول ہوئی۔ کہ افغان پارلیمنٹ کے ممبروں کے ایک جلسہ میں امان اللہ خاں کے متعلق فیصلہ کیا گیا ہے۔ کہ وہ افغان برادری سے خارج ہے۔

مسٹر پٹیل کی یاد میں ۲۰ نومبر کو اسمبلی میں تحریک التوا پیش ہوئی جو منظور ہو گئی۔

پشاور سے ۲۰ نومبر کی اطلاع ہے۔ کہ ایک پٹھان ۴ گدھوں پر سامان لادے ہوئے دریائے اٹک کے پل کو عبور کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ پولیس کے آدمی کو اس پر شبہ ہوا۔ پٹھان سے جب دریافت کیا گیا۔ کہ اس کے پاس کیا مال ہے تو اس نے جواب دیا کہ تھیلوں میں گڑ ہے۔ لیکن سامان کی تلاشی پر ظاہر ہوا۔ کہ تھیلوں میں دس کارآمد بم۔ بارود کے تین تھیلے۔ ایک ہزار کارتوس۔ ۷ بندوقیں۔ سات ریوالور اور چار شکاری بندوقیں ہیں۔ جن کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ پنجاب کو لئے جا رہا تھا۔ بعض اسلحہ کی نسبت یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ وہ روسی ساخت کے ہیں۔ گدھوں کے مالک کو فوراً حراست میں لے لیا گیا۔

لاہور سے ۲۰ نومبر کی اطلاع ہے کہ ۸ اکتوبر ۱۹۳۴ء کو بھگت سنگھ ڈے کے سلسلہ میں پولیس نے ڈی۔ اے۔ وی کالج کے ایک کمرہ میں داخل ہو کر پروفیسر سیال کو جبکہ وہ لیکچر دے رہے تھے۔ زدوکوب کیا تھا۔ پروفیسر مذکور نے پولیس کے خلاف دعویٰ دائر کیا۔ اور سینئر سب جج نے مسٹر نیل اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس کے خلاف ۵۱۰۰ روپیہ کی ڈگری دیدی مدعی اور مدعا علیہ دونو کی طرف سے ہائیکورٹ میں اپیل دائر کئے گئے۔ جس نے یہ ڈگری بحال رکھی ہے۔

بنگال گورنمنٹ نے کہا جاتا ہے کہ انارکزم کا مقابلہ کرنیکے لئے بعض ایسے لیکچرار مقرر کرنے کا فیصلہ کیا ہے جو تمدن

عبدالرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور قادیان سے ہی شائع کیا۔ ایڈیٹر۔ غلام نبی